لوح و قلم

عبدالکریم ثمر

یکے از مطبوعاتِ "نوائے وقت" دی مال لاہور



لوح و قلم

عبدالکریم ثمر

ناشران

مکتبہ نوائے وقت لاہور

★

قیمت پانچ روپے

6/-

فہرس

اِنتساب

مِلّت کے نام

ایک شعر

میں رئیسِ عرش ہوں اور میرے نغمے ہیں ثمر
عرش اور کرسی کی عظمت رونقِ لوح و قلم"

ناظر سے

ہے مجھے فخر کہ ناظر ہے تو میرا اے دوست — مری خاطر ہو مگر اور بھی اتنا ایثار
تو ذرا دیکھ بصیرت کی نظر سے ان کو — ہیں مری روح کے ٹکڑے یہ نہیں ہیں اشعار
عکس ہے میرے تخیّل پہ رُخِ مصحف کا — حرف ہیں عقدِ ثریّا کے مقدّس انوار
مرے الفاظ کی ترتیب میں پنہاں الہام — ذوق و عرفاں ہیں مرے شعر و ادب کے فنکار
ندرتِ فکر بھی ہے وحدتِ افکار بھی ہے — عشق خود حسنِ معانی کی بداہت پہ نثار
مرحلہ سخت ہے تفسیر ہے نازک اس کی — اک سراپردۂ اسرار ہے خود نکتہ نگار
تو نے وجدان و تفکّر کا کرشمہ دیکھا — ہے مرا "کاخ" مرے عشق و خودی کا شہکار
چشمِ ظاہر کی بھی تطہیر مگر لازم ہے — کہ دمِ فکر تھا جبریلؑ بھی میرا ہمکار
اس میں آہیں بھی ہیں ارماں بھی تمنائیں بھی — یہ ہے ملت کے لئے فکر و عمل کا معیار

جس پہ مرقوم ہوئی قسمتِ ہر دو عالم
ہے عیاں میری نگاہوں پہ وہی لوح و قلم

نصب العین

مرا مقصود ہے رفعت مری ہستی ہے پائندہ — کہ میں ہوں شاعرِ فطرت مرا پیغام ہے زندہ

مری شیریں کلامی پر فرشتے وجد کرتے ہیں — خجل ہے سازِ زہرہ نغمۂ ناہید شرمندہ

مرا نقشِ کفِ پا ہے چراغِ جادۂ منزل — ستاروں کی طرح ہیں راہ کے ذرّے بھی رخشندہ

میں اس انداز سے گذرا ہوں جلوہ گاہِ عالم سے — رہیں گے حشر تک تاریخ کے اوراق تابندہ

نگاہِ کارواں میں کیوں ہوئیں تاریکیاں پیدا — ابھی ہیں ولولے تازہ ابھی ہمت ہے رخشندہ

مرے آئینۂ امروز میں فردا جھلکتا ہے — مرے ماضی سے ہوگا میرا مستقبل درخشندہ

ہے میرے دوشِ ہمت پر نیابت بھی خلافت بھی — براہِ راست ہوں میں عزمِ فطرت کا نمائندہ

مرے نغمات گونجیں گے دو عالم کی فضاؤں میں — یقیناً میرے ہی ہاتھوں میں ہوگا سازِ آئندہ

قیادت مدتوں کرتا رہے گا نسلِ انساں کی
مرا پیغام صدیوں تک رہے گا اے شرر زندہ

گفتنی و ناگفتنی

تاریخِ واقعاتِ شہاں نانوشتہ اند
افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شُد

پامال آرزوئیں اور خون شدہ حسرتیں ہمارے شعور سے لاشعور میں منتقل ہوتی رہتی ہیں اور یہی حسرتیں ذہن انسان کے تاریک گوشوں میں تخلیقی پیچیدگیوں کا حل تحلیلِ نفسی کے ذریعہ تلاش کرتی رہتی ہیں۔ شاید میری ناکام حسرتوں کو بھی ایسا ہی حادثہ پیش آچکا ہو۔ عمر کے ابتدائی حصہ میں میرا وجدان اکثر محسوس کرتا تھا کہ اگر میرا ماحول بھی سازگار ہوتا تو یقیناً میں ایک زبردست فنکار ہوتا۔ میرے شعر کی حرارت خاک نشینوں کی خوابیدہ روحوں میں انقلاب کے شرارے پیدا کردیتی۔ میں اکثر سوچا کرتا کہ اگر ..... شکسپیئر، گوئٹے، رومیؒ، غالبؒ اور اقبالؒ بھی میری طرح دستکار اور مزدور ہوتے تو شاید انہیں کوئی بھی نہ پوچھتا۔ اور اگر ... میں اُن کی طرح زندگی کی کشاکش سے بے نیاز ہوتا تو لوگ میری تخلیقات میں حال و مستقبل کی تصویر دیکھتے۔ آہ! قدرت نے انساں کو حالات اور ماحول کا کس قدر محتاج پیدا کیا ہے۔ جس شخص کا ماحول سازگار نہ ہو۔ وہ دُنیا میں کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہوسکتا۔ خواہ اس کی خلقت میں کام کرنے کی کتنی ہی صلاحیت موجود ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کی شرح میرا وجود
میں ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا۔ عمر حسرتِ تعمیر میں صرف ہوگئی۔ میری زندگی داخلی اور خارجی مشکلات سے بھرپور رہی۔ میں نے زندگی اور تقدیر خود بنانے کی کوشش کی۔ یہ الگ بات ہے کہ میری سعی مشکور نہ ہوسکی۔ لیکن میرا وجود خودسازی (SELF MADE) کی ایک زندہ اور مثالی تصویر ضرور بن گیا۔

بحمدللہ۔ اب اقتصادی لحاظ سے میں بہت حد تک آسودہ ہوں۔ لیکن ساتھ ہی عمر کا کارواں تھکن محسوس کر رہا ہے۔ پچیس برس کی لگاتار محنت سے قویٰ مضمحل ہوتے جارہے ہیں۔ جوانی کے ولولے اور امنگیں باقی نہیں۔

میں نے زمانہ ساز نہیں زمانہ ستیز طبیعت پائی ہے۔ میں نے اپنی گردن کے تناؤ میں کبھی جھکاؤ محسوس نہیں کیا۔ میری

انفرادیت سوائے حضرت علامہ اقبالؒ کے کسی سے متاثر نہ ہو سکی - میں نے جس بات کو حق سمجھا اس کا اظہار برملا کیا - میری حق گوئی و بے باکی سے دوست احباب بگڑ گئے - رشتہ داروں کو گرانی محسوس ہوئی - اربابِ اقتدار کے دل غبار آلود ہو گئے - مگر حق بات کہنے سے زبان و قلم نہ رک سکے - میری طبیعت کا سانچہ اس قدر پختہ ہو چکا ہے کہ اب یہ ٹوٹ تو سکتا ہے لیکن اس میں لچک پیدا نہیں ہو سکتی - اگر میں زمانہ ساز ہوتا تو یقیناً ان بلندیوں سے ہمکنار ہوتا - جہاں اکثر زمزمہ سرایانِ سخن اپنے آشیاں بنا چکے ہیں - اس تہہ داری کے باوجود میں نے قائدینِ ملت کے دربار، اُمراء کی محفلیں، صاحبانِ وجد و حال کے جمگھٹے اور شاہد پرستوں کی رنگین مجلسیں بھی دیکھی ہیں - اگر مغانِ دَیر سے میری آشنائی رہی ہے تو پیرِ حرم سے بھی دوستی رہی ہے - میں نے صاحبانِ دلق و سجادہ کو ہی نہیں زندیقانِ دَیر کو بھی قریب سے دیکھا ہے اور اسی مشاہدے اور تجربے نے میرے سرمایۂ فکر و خودی کو کبھی گردِ نظر نہیں ہونے دیا۔

روایتی شاعری میرے بس کا روگ نہیں - نہ میں نے شعر صرف شعر کہنے کے لئے کبھی کہا ہے - نزولِ شعر کے وقت مجھ پر ایک اضطراری سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے - آپ مجھے فکرِ شعر میں کبھی محو نہیں پائیں گے بلکہ شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فنِ ما والا معاملہ ہے - میرے نزدیک شعر کو ٹھوس حقائق کا آئینہ دار ہونا چاہئے - مجھے دیگر قسم کی شاعری میں ذہنی آسودگی نہیں ملتی - بلاشبہ تفکر کی گہرائی، مشاہدے کی اثر اندازی یا پھر صوتی ہم آہنگی شعر کی تسوید و تصحیح میں ضرور معاون ہوتی ہے لیکن شعری تخلیق کا باعث نہیں ہو سکتی - شعر کو وجود میں لانے والی قوت صرف شدتِ احساس ہے - قوتِ احساس جس قدر تیز ہو گی شعر اسی قدر لطیف ہو گا - میرے سامنے اکثر حقیقتوں نے تقاضا کیا ہے کہ ہمیں شعر کے سانچے میں ڈھال دو - یہی وہ محرکات ہیں جو میرے شعر کی تخلیق کا باعث ہیں - اور یہی شعر میرے لئے سرمایۂ تسکینِ ضمیر -

اگر کوئی فنکار ماحول سے متاثر ہو کر اپنے احساسات کو الفاظ میں سمو سکے تو بہتر - ورنہ وہ عناصر جن میں زندگی کی عکاسی یا افادیت نہ ہو زندگی سے فرار اور شکست خوردگی ہے - ہمارے ادب میں ابھی اس قسم کی کوششوں کی کمی ہے جن سے شعراء کے بنیادی نظریات اور رجحانات کا صحیح علم و اندازہ ہو سکے - کسی شاعر کے کلام کا جائزہ لیتے ہوئے صرف یہ کہہ دینا ہی کافی نہیں ہے کہ زبان پیاری ہے - خیالات اچھوتے ہیں - بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ مصنف کے حالات، ماحول اور زندگی کے تقاضے کیا ہیں - طریقِ فکر اور زاویۂ نگاہ کیا ہے - اور اس کے افکار کے حقیقی محرکات کیا ہیں -

میرا شعر سیاسی ماحول کا آئینہ دار اور حق کا پیغام ہے - میرے تبصرے اربابِ حل و عقد اور آئینِ فرنگ کے بنائے

ہوئے خداؤں پر ایک صحت مند تنقید اور لطیف طنز ہوتے ہیں۔ میں ہر شے کو اسلامی نکتۂ نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اسلام کو ایک مکمل ضابطۂ حیات یقین کرتا ہوں۔ میرے کلام کا پس منظر بھی اسلام ہی کی جزیات ہیں اور انہی کی شرح میرا شعر۔ خالقِ مطلق کی عنایت کردہ قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اُسی کے نام کو بلند کرنے کی سعی کرنا خود اپنے لئے دُنیا و آخرت میں سرفرازی کی دلیل ہے۔ اور شارحِ اسلام خواجۂ کون و مکاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت دو جہاں میں عروج و کامرانی کی ضامن۔ میرا قلم مسلمان ہے اور کتاب و سنت کی حدود کا پابند۔ میں پاکستان کو اسلامی نظام میں سمو دینے کا خواہش مند ہوں اور اپنے شعر کو بھی اسلام کی خدمت اور دین کی نشر و اشاعت کا ایک ذریعہ سمجھتا ہوں۔ ـــ

مری نگارشِ پیہم کا ہے یہی مقصود   ثنائے سرورِ عالم ستائشِ اسلام

میری فکر و نظر کا اجتہاد "کاخِ بلند" کے اوراق میں بہترین کو دعوتِ غور و فکر دے چکا ہے۔ اس کی جس قدر پذیرائی ہوئی اس کے لئے میں اربابِ ذوق کا شکرگزار ہوں۔ آج اپنے افکار کا دوسرا مجموعہ "لوح و قلم" کے نام سے ملتِ اسلامیہ کے حضور میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

سپاس گزار ہوں کارپردازانِ مکتبہ نوائے وقت لاہور کا جنہوں نے "لوح و قلم" کو صوری جامہ پہنایا۔

جولائی سنہ ۱۹۵۳ء

عبدالکریم ثمر

اچھرہ - لاہور

جہانِ عشق میں خوار و زبوں میں   دلِ شاعر کا سوزِ اندروں میں
مجھے تیری حضوری کی تمنّا   خداوندا خُدائی کیا کروں میں؟

دُعا

الٰہی ہے تو غالب و بے نیاز
مگر شان تیری ہے بندہ نواز

مری ملک لاریب املاک ہیں
مرے واسطے ارض و افلاک ہیں

مگر تیری دُنیا کو میں کیا کروں
کہ شامل نہیں اِس میں صبر و سکوں

تری جستجو کا یہی ہے مقام
مری آرزوئیں رہیں ناتمام

نئے دَور کا اب جو آغاز ہے
زمانہ ترا انجمن ساز ہے

یہ علم و فراست کی باریکیاں
تمدّن کے سورج کی تاریکیاں

کمی علم کی شعر سازی کا شوق
کتابوں کی قلّت نگارش کا ذوق

سیاست کی دُنیا ہے کیدِ عظیم
بظاہر حسیں اور بہ باطن سقیم

نمود و نمائش کے شُہرے کہیں
ہیں فرزیں سے چالاک مُہرے کہیں

تصنّع جفا کاریاں عام ہیں
شکاری ہیں نخچیر ہیں دام ہیں

یہی آدمی تیرے شہکار ہیں
درندہ صفت اور خونخوار ہیں

غرض اور حرص و ہوا کے شکار
مجازی قیاسات سے ہم کنار

یہی جن کا معبود ابلیس ہے — یہ عمرانیت جن کی تاسیس ہے
تلوّن ریا جن کے اوصاف ہیں — یہی عیب و ننگِ اسلاف ہیں
نہ ملّت کا غم ہے نہ مذہب کی فکر — بھنور میں سفینہ ہے ساحل کا ذکر
نہ تیغ و سناں ہیں نہ راسخ ہے عزم — نہ جوشِ غزا اور نہ آہنگِ رزم
نہ کردارِ پیہم نہ فکرِ عمیق — دلوں میں کدورت بظاہر خلیق
ہوا و ہوس کی یہ تفسیر ہیں — یہ بے ذوق ہیں تن بہ تقدیر ہیں
حمیت نہ کچھ شان و شوکت رہی — نہ قوّت نہ کچھ استقامت رہی
شکوہ و تجمل نہ باقی رہے — نہ ساغر نہ مے کش نہ ساقی رہے
نہ اب وہ اثر ہے نہ اُس کا نفوذ — دِلوں میں خباثت زباں پر نعوذ
نہ غیرت ہے باقی نہ آنکھوں میں شرم — ہیں دِل ان کے ٹھنڈے طبیعت ہے گرم
نہ شوقِ عبادت نہ دِل میں ہے درد — پریشاں دماغ اور چہرے ہیں زرد
نہ وعدے کا ایفا نہ مذہب کا پاس — ہے باطل کا دِل پر مسلّط ہراس
حرم کی خبر ہے نہ کچھ دیر کی — نگاہوں میں ہے تمکنت غیر کی
کرن نورِ ایماں کی جو رہ گئی — وہ تہذیبِ اغیار میں بہ گئی
وہ اگلی بہاریں فضائیں گئیں — گئیں وہ نمازیں دعائیں گئیں

فقط ایک رسمی اذاں رہ گئی   گئی چاندنی اور کتاں رہ گئی

مشابہ عدم سے ہے ان کی حیات   کہ ہیں لا اِلٰہ میں بہت مشکلات

وہ معصومیت پاکبازی کہاں   وہ غازی کہاں ترکتازی کہاں

شجاعت کے پتلے وہ قومی دلیر   جو میداں میں کرتے تھے شیروں کو زیر

اب ان کے ارادوں میں تُندی نہیں   نہ مہر و وفا ہے نہ ذوقِ یقیں

رہی کہکشاں جن کی گردِ سمند   وہ ضیغم کے جامے میں ہیں گوسفند

نہ احساس ہے ان کو اسلام کا   یہ ان کے تفکر کی ہے انتہا

غلامی ہو تہذیبِ نَو کی نصیب   یہی ان کی دعوات کی ہے مجیب

اگر سوزِ غم سے ہو دِل بے خبر   تو ہرگز نہیں ہوتی پیدا نظر

اگر صوتِ ایماں سے خالی ہو نَے   خلوصِ عمل اس کی مضراب ہے

یہ دَیر و حرم کوئی منزل نہیں   چٹانیں ہیں طُوفاں کی ساحل نہیں

مگر سخت ہے درد کا معرکا

نہ اس میں ہے تیری نہ میری خطا

آلٰہی جو کچھ ساعتوں کے لئے   تو اپنی خُدائی مجھے بخش دے

تو کردوں میں ذرّوں کو پھر آفتاب   مَیں کانٹوں کو دے دوں گلُوں کا شباب

تب و تاب بخشوں وہ برفاب کو — حقیقت بنا دوں میں ہر خواب کو
میں شبنم سے پیدا کروں بجلیاں — میں فطرت کے اسرار کر دوں عیاں
زمانے کو دے دوں نیا آب و رنگ — ستاروں کو پھر بخش دوں جلترنگ
دھڑکتے دلوں میں وہ ہو زیر و بم — کہ جھوم اُٹھیں مستی میں دیر و حرم
کروں راکھ کو پھر شرار آفریں — کہ جُگنو کی تابش بنے آتشیں
ستاروں کو کر دوں وہ سوزش عطا — کہ سورج کرے ان سے کسبِ ضیا
کروں آئینے کو جو خارا گداز — ہم آہنگ ہو جائیں ناز و نیاز
زمانے میں پیدا ہو وہ انقلاب — کہ آہو بھی شیری کا پائے خطاب
غریبوں کو شاہی عنایت کروں — قیادت پناہی عنایت کروں
ایازی کا ہو دُور عیبِ کہن — کہ محمودؔ بن جائے پھر بُت شکن
محبت کی نَے ہو اگر بے صدا — اِسے زمزمہ بخشوں داؤدؑ کا
بدل دوں زمانے کا کہنہ نظام — نہتوں کو دوں خنجرِ بے نیام
غمِ عشق بخشوں میں انسان کو — مسلمان کر دوں مسلمان کو

محمدؐ کا کر دوں جہاں کو غلام
کہ جاری و ساری ہو تیرا نظام

کر قبول

قلبِ سلیم و دیدۂ بینا بھی کر قبول
آئینہ سازِ سختیٔ خارا بھی کر قبول

لایا ہوں نذر کے لیے کچھ آنسوؤں کے ہار
اے خالقِ جنوں مرا تحفہ بھی کر قبول

مانا کہ خامشیٔ محبت ہے مستجاب
اے بے نیازِ عرضِ تمنا بھی کر قبول

تیری نظر کے فیض سے گلشن ہیں شادکام
جانِ بہار دعوتِ صحرا بھی کر قبول

بے شک عزیز تر ہیں سجودِ حرم تجھے
اے کارسازِ سجدۂ تنہا بھی کر قبول

حسنِ خلوص، فرطِ محبت، کمالِ عشق
اِن سب کے ساتھ اوجِ تمنا بھی کر قبول

فاراں کی چوٹیوں پہ اُڑا نور کے علَم
لیکن حجابِ جلوۂ سینا بھی کر قبول

بخشی گئی ہے مجھ کو کلیمی ترے لیے
اے حسن میرا ذوقِ تماشا بھی کر قبول

وہ شرحِ صدر جس پہ زمانے کو ناز تھا
اس کی تجلیوں کا تقاضا بھی کر قبول

تو نے حقیقتوں کو فسانہ بنا دیا
لیکن حقیقتوں کا فسانہ بھی کر قبول

ساحل کی راحتوں میں کہاں گوہرِ حیات
اے ناخدا تلاطمِ دریا بھی کر قبول

جن پستیوں پہ گرم رہی آسماں کی آنکھ
اُن پستیوں کا ذوقِ تقاضا بھی کر قبول

ہے انتظار ہی میں نہاں لذتِ حیات — اے دلِ نواز وعدۂ فردا ابھی کر قبول

تو معترف تو ہے مرے عزم و یقیں کا
میرے سلوک و جذب کا دعویٰ بھی کر قبول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ کاشفِ سرِ نہاں اور نور کے مظہر — محمدؐ ظاہر و باطن محمدؐ اول و آخر
محمدؐ ہیں فروغِ آفرینش رحمتِ عالم — محمدؐ مخزنِ حکمت محمدؐ خلق کے پیکر
محمدؐ باعثِ تکوین و تقویمِ دو عالم ہیں — محمدؐ کے رخِ انور کے جلوے ابیض و احمر
محمدؐ ہیں بہارِ گلشنِ توحیدِ یزدانی — محمدؐ صد ارم در کف محمدؐ صد جناں در بر
محمدؐ مرکزِ انوار جلوہ گاہِ سبحانی — محمدؐ خاورِ صبحِ ازل نورِ ابد پرور
محمدؐ ہی تو ہیں روحِ رواں عالمِ امکاں — محمدؐ فخرِ موجودات کائنات کے سرور
محمدؐ ہی نے انساں کو مجالِ ارتقا بخشی — محمدؐ کی نظر عرشِ حیاتِ جاودانی پر
محمدؐ ہی کی ذاتِ پاک ہے تخلیق کا حاصل — محمدؐ فطرتِ انساں کے رجحانات کے ماہر

محمدؐ ہیں خدا کی خوابوں کے جذب و سوز کی منزل محمدؐ دودمانِ ہاشمی کے بے بہا گوہر
محمدؐ گنبدِ خضرا میں محوِ استراحت ہیں "ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا"

محبوبِ خدا

وہ محبوبِ خدا روشن ضمیرے فقیرِ و صاحبِ تاج و سریرے
وہ سیفٌ من سیوف اللہ یکتا عمل کے زور سے جس نے ہیں پھیرے
زمین و آسماں بحر اور جزیرے
حضور و پیشوائی کے لئے خود ضمیرِ خاک نے اُگلے ذخیرے
وہی تفصیلِ واللیل و مزمل وہی تفسیرِ والشمس و منیرے
وہی الیوم اکملت و خبیرے

یہ کس نے آدمی کا ذہن بدلا زمانے کی روش کس نے بدل دی
تجلی تھی کہ تھی ضربِ محمدؐ وہ تقدیرِ عمرؓ جس نے بدل دی

جلوۂ لولاکؐ

حریفِ رفعتِ گردوں ہے تیری فکرِ بلند
نظامِ شمس و قمر پر نگاہ کی ہے کمند

شہیدِ تیرِ نظر ہیں اویسؓ اور بلالؓ
قتیلِ تیغِ نوا فلسفی و دانش مند

ترے خیال کی وسعت میں کھو گئے جبریلؑ
سوادِ عرش پہ پہنچے ہیں نغمہ ہائے بلند

یہ عبدہٗ کی فضیلت یہ خواجگی کا کمال
رہے حضور میں کون و مکاں ارادتمند

عیاں ہے میری نگاہوں پہ جلوۂ لولاکؐ
مگر اصولِ محبت ہے ضبط کا پابند

زمانہ حسنِ جہاں تاب کا فدائی ہے
نگاہِ لطف و کرم سے ہے زیست کا پیوند

"تو نخلِ خوش ثمرِ کیستی کہ باغ و چمن
ہمہ ز خویش برید ند در تو پیوستند"

ہوتے آدمؑ نہ وارثِ کونین
بندگی کی اگر نفی کرتے

گائی جاتی نہ زندگی کی غزل
ہم بھی جنت میں شاعری کرتے

محمدِ عربی

فروغِ نورِ مجسم محمدِ عربی
فراغِ عظمتِ آدم محمدِ عربی

امیرِ کون و مکاں خواجۂ زمین و زماں
ہیں فخر و نازشِ عالم محمدِ عربی

عرب کو اس نے عطا کی قیادتِ عظمے!
عجم کا محسنِ اعظم محمدِ عربی

نظر کشا ہے فضا میں افق سے تا بہ افق
تری جلالتِ پرچم محمدِ عربی

فصیلِ سترِ الٰہی بہت بلند سہی
مگر ہیں عرش کے محرم محمدِ عربی

اُدھر ملا ہے تبسم عروسِ گلشن کو
اِدھر ہے دیدۂ پُر نم محمدِ عربی

قدم قدم پہ ٹپکتا ہے حسرتوں کا لہو
خدا را زخم پہ مرہم محمدِ عربی

ہو تیرے اُسوۂ حسنہ کا آدمی پیرو
ہے میری کوششِ پیہم محمدِ عربی

تری نگاہِ کرم کا امیدوار ہوں میں
کرم اے رحمتِ عالم محمدِ عربی

محمد کاشفِ سترِ خدا ہے
محمد رفعتوں کی انتہا ہے

محمد نکتۂ حمد و ستائش
محمد دو جہاں کا مصطفٰے ہے

شمشیرِ بے نیام

یہ زورِ دستِ خالدؓ و حیدرؓ کا ہے پیام
پیہم ہو قُل ھو اللہ کی شمشیرِ بے نیام

اک سجدہ زیرِ سایۂ شمشیر ہو ادا
مومن کی زندگی کا یہ ہے آخری مقام

ہے مجھ کو اب بھی آرزو ایسی نماز کی
صف بستہ اک قطار میں ہوں خواجہ و غلام

افسوس تو ہے موت کی لذت سے بے خبر
اس کی حلاوتوں سے مجاہد ہیں شاد کام

خونِ شہید سے جو ہو تحریر خاک پر
قرطاسِ دو جہاں پہ وہی نقش ہے دوام

سجدہ ترا طویل ہے اعضا ہیں بے عمل
لازم ترے سجود کو ہے مختصر قیام

گر لا الٰہ تو نے زباں سے کہا تو کیا
مومن نہیں جو دل تو ہے کافر ترا کلام

میدانِ کارزار میں ساماں نہ کر تلاش
مومن کی اک نگاہ بھی ہے تیغِ بے نیام

ممکن نہیں خدا کی حضوری نصیب ہو
پوشیدہ ہو نظر سے جب اسلام کا مقام

میں ڈھونڈتا رہا حدِ کون و مکاں تلک
اپنے ہی دل میں اس کا نہ ڈھونڈا کبھی مقام

مقصودِ نگارش

فروغِ کیفِ نظر میں ہے زندگی کا سرود — کہ نغمہ زن ہے فضاؤں میں بربطِ داؤدؑ
شعاعِ مہرِ جہاں تاب کارساز رہی — جبینِ گُل ہے مگر آج تک عرق آلود
نہ پوچھ مجھ سے خیال و نگاہ کی وسعت — کہ بیکراں ہیں مرے شوق کی ثغور و حدود
قریبِ ساحل و طوفاں میں کھو گئے ملّاح — نہ ہے نظر میں سفینہ نہ گوہرِ مقصود
نیاز و ناز میں اک خاص ربط ہے ورنہ — کہاں ایازؔ کہاں شان و شوکتِ محمودؒ
میں کیا کروں ترے پندارِ بے نیازی کو — جبینِ شوق میں اب تک تڑپ رہے ہیں سجود
نشانِ جادۂ منزل تو منتظر ہے ابھی — بروئے کار کب آئے گا سوزِ میرِ جنود
ستم ستم کہ کوئی پیروِ خلیلؑ نہیں — بھڑک رہی ہے زمانے میں آتشِ نمرود
ثنائے سرورِ عالمؐ ستائشِ اسلام — مری نگارشِ پیہم کا ہے یہی مقصود

گریباں چاک ہو جاتا ہے شب کا — وہ سوزش ہے مجاہد کی اذاں میں
نہ جب تک جاگ اُٹھے سوزِ بلالیؓ — سحر ہوتی نہیں کون و مکاں میں

نغمہ کجا

شوق ہے دشتِ آرزو عشق ہے آہوئے حرم
نغمہ اللہ ہُو مگر نکلے گا دل سے دم بدم

آہ یہ رہ نوردِ شوق سوئے حرم قدم قدم
آہ وہ میرِ کارواں جو نہ اُٹھا سکا عَلم

اوجِ برامکہ ہے کیا فرِّ قرامطہ ہے کیا
حاصلِ زیست بن گیا میرے لئے ترا ستم

نالۂ دل ہے اور شئے نغمۂ دل ہے اور شئے
تُو ہے رہینِ عیش و لُطف میں ہوں اسیرِ درد و غم

دل کی فضائے بے حدود دل کا افق ہے بے ثغور
دل کی شکست سے مگر زلفِ حیات خم بہ خم

معرکۂ وفا میں ہیں عشق و ہوس جدا جدا
اس کی نوا عرب عرب اس کی نوا عجم عجم

تُو بھی کسی کا منتظر میں بھی کسی کا منتظر
میرا وجود بھی حدوث تیرا حضور بھی قدم

شوق ہے سازِ دل کی لَے عشق ہے سوزِ دل کی لَو
ایک متاعِ بے بہا ایک ادائے کیف و کم

میرے نفس کا اضطراب غلغلہ ریزِ دو جہاں
تیری نظر کا ارتعاش سازِ خودی کا زیر و بم

علم کا مدعا خبر عشق کا مدعا نظر
تیری نظر ابد ابد میری خبر عدم عدم

نظم و عمل میں راز ہے زندگیٔ دوام کا
"ناقۂ بے زمام را سوئے قطار می کشم

نغمہ کجا و من کجا سوزِ سخن بہانہ ایست"

اقبالؔ

شیریں مقالی

بلندی پہ مومن کی شانِ گرامی — مگر تیری جنت ہے سوزِ دوامی
وہ عرشِ بریں تھا یہ تحت الثریٰ ہے — یہاں تجھکو لائی یہ نازک خرامی
ابھی تک جو احساس ہے کمتری کا — یہی کمتری ہے تری ناتمامی
کمالِ محبت دماغِ شگفتہ — ہے صورت ترے ضبط کی انتقامی
ہلا دے گی اک دن یہی عرشِ اعلےٰ — جو تُونے فغاں اپنے سینے میں تھامی
ذرا رہبرِ شوق کو نرم رَو کر — ہے منزل کی دُوری تری تیزگامی
دو عالم کی آزادیوں سے ہے بہتر — محمدؐ کی گر ہو میسّر غلامی
تجمّل تحکّم تکلّف نمائش — یہ ہے تیری دُنیا کی بدانتظامی
مجھے باعثِ فخر تھی طُور پر بھی — تری ہم نوائی تری ہم کلامی؟
ترے رازِ اُلفت کو اب تک نہ سمجھے — یہ صوفی یہ ملّا یہ عارف یہ عامی
محبت کی شاید یہی انتہا ہے — لبِ حوضِ کوثر مری تشنہ کامی
ندامت مری حشر میں کام آئی — تھی دامن گرفتہ مگر نیک نامی

مسلّم ثمرؔ ہے زمانے میں تیری
یہ شیریں مقالی یہ شیریں کلامی

باغ جلتے ہیں

چمن میں لالہ و گل کے چراغ جلتے ہیں
دلوں کے ساتھ ہمیشہ دماغ جلتے ہیں

ہے انتظار و تپش ہی میں زندگی کی جلن
کسے دکھاؤں کے سینے کے داغ جلتے ہیں

دل و دماغ کی حدّت سے ہے نگہ روشن
سرِ مزارِ تمنّا چراغ جلتے ہیں

میں کارواں کو کسی اور سمت لے جاؤں
کہ مہر و ماہ کے اب تک چراغ جلتے ہیں

مقامِ شوق میں قدسی بھی رہ گئے جل کر
نظر سے دل نہیں جلتے دماغ جلتے ہیں

ہزار آندھیاں اُٹھیں انہیں بجھانے کو
حریمِ کعبہ کے پھر بھی چراغ جلتے ہیں

تری نگاہِ کرم کو دعائیں دیتا ہوں
مگر غریب سے اہلِ فراغ جلتے ہیں

دمِ سحر مجھے شبنم کا انتظار رہا
چمن میں آج بھی لالے کے داغ جلتے ہیں

ہماری شاخِ تمنّا بھی جل گئی ہے ثمرؔ
خزاں میں دیکھا گیا ہے کہ باغ جلتے ہیں

تیغِ دو دم

نگاہِ شوق کا کچھ اور ہی رہا عالم
مگر نقوشِ محبت ہنوز ہیں برہم

نواگرانِ چمن خامشی پہ ہیں مجبور
مذاقِ نغمہ سرائی نہ ہو سکا مدھم

چمن میں خوف ہے طاری فسونِ گلچیں کا
گلوں کو ہوش میں لائے گی کس طرح شبنم

ترے خیال نے کی ہے عطا مجال اُسے
وگرنہ ذوقِ محبت تراشتا نہ صنم

وہ غزنوی کہ کئی سومنات توڑ گیا
مٹا سکا نہ مگر گیسوئے ایاز کا خم

تری نگاہ کا محتاج حسنِ معنی ہے
جہانِ درد کی بنیاد ہے مگر محکم

ابھی ہے منتظرِ زخمہ بربطِ افرنگ
ہنوز تشنۂ مضراب ہے ربابِ عجم

یہ قافلہ ہے گرفتارِ وادیٔ "دولاب"
ہنوز راہِ تمنا میں صد ہزار ہیں خم

اسے وہ جنتِ گم گشتہ مل ہی جائے گی
اگر تلاشِ مسلسل کرے بنی آدم

جہانِ نو میں یہ ماحول کا تقاضا ہے
قلم کو توڑ کے رکھ دیں اٹھائیں تیغِ دو دم

برق و خرمن

آؤ مجاز کو بھی حقیقت بنائیں ہم
تازہ مشاہدات کی دُنیا بسائیں ہم

پھر قصرِ شخصیات کو جڑ سے اکھیڑ دیں
پھر شرق و غرب ایک ہی مرکز پہ لائیں ہم

غازی ہیں صف بہ صف تو ہوں شاعر بھی ساتھ ساتھ
اور پھر زبانِ تیغ سے نغمے سنائیں ہم

سوزِ دروں سے کی ہیں مرتّب جو بجلیاں
اُن بجلیوں سے کیوں نہ نشیمن بنائیں ہم

ہر بوند جس کی چشمۂ حیواں کا ہو جواب
دُنیا کو وہ شرابِ محبت پلائیں ہم

اب مزرعِ حیات کرے گی یہ فیصلہ
وہ بجلیاں گرائیں کہ خرمن بنائیں ہم

جب تک کہ آندھیوں سے بغاوت کریں نہ وہ
اُمید کے چراغ بھی کیوں کر جلائیں ہم

شہباز کی نگاہ میں کہسار بھی ہیں پست
زاغ و زغن سے کس لئے آنکھیں ملائیں ہم

اک آرزو ہے موت ہو تیرے حضور میں
اک آرزو ہے اُس درِ اقدس پہ جائیں ہم

تخیل میں تقدّس ہو ارادوں میں صداقت ہو
فقیہِ مصلحت بیں کی یہی ہے دُور اندیشی

مگر یہ راز اک مردِ خدا نے فاش کر ڈالا
کہ دل کی بے نیازی میں ہے پیدا روحِ درویشی

اللہ ھُو

فضاؤں میں کہیں تھے محوِ پرواز — حمام و قمری و کنجشک و شہباز
نوا اُن کی عدم کے دوش پر تھی — تنِ قمری پہ شاہیں کی نظر تھی
یہ پوچھا میں نے اک صاحب نظر سے — کہ طائر کیوں نہیں فائزِ اثر سے
یہ دِل کیا ہے خبر کیا ہے نظر کیا — عبادت کیا عبادت کا اثر کیا
جواباً اس نے قمری پر نظر کی — وہ لاتی تاب کیا سوزِ جگر کی
عقابی شان سے جھپٹی جو عصفور — کیا شہباز کو قمری نے محصور

کہا پھر مردِ حق نے گفتگو میں
کہ یہ تاثیر ہے اللہ ھُو میں

خراماں ریگِ صحرا پر سحر دم — تھے گرگ و میش اور آہو و ضیغم
اُدھر فطرت بہر سو جلوہ گر تھی — اِدھر آہو پہ ضیغم کی نظر تھی
ہوا پھر حملہ آور گُرگِ ظالم — کیا اُس نے بُزِ بزدل کو بے دم
جو ہستی میش اپنی کھو چکی تھی — خودی آہو کی زندہ ہو چکی تھی

درندوں کا شہنشہ شیرِ بیشہ
عقابی شان سے آہو پہ جھپٹا
مقابل ہو کے غُرّایا جو آہو
تو بھاگا شیر سُن کر نعرۂ ہُو
تدبّر اے ثمرؔ زورِ خودی سے
کیئے آہو نے شیریت کے ٹکڑے
جو یہ تاثیر ہے آہو کی ھُو میں
تو ہو گا کیا اثر اللہ ھُو میں

ذوقِ اسلامی

طلسمِ فکر و تدبر ہے سازِ ناکامی
شہیدِ نغمہ مقصود عارف و عامی
حقیقت آج بھی قائم ہے اپنے مرکز پر
ترے ہی سوزِ محبت میں رہ گئی خامی
نوائے صوفی و ملّا ہے محشرِ الحاد
کلامِ بادہ فروشاں مگر ہے الہامی
نہ پوچھ ان کے دماغ و نظر کی کیفیت
ہو جن کا ذوقِ تجسس شکارِ ناکامی
تری خودی کے منافی ہے بندگی کا سوال
جواب میرے سوالوں کا کیوں ہے الزامی
غزل کا مصرعِ اوّل تو تھا بہت موزوں
غزل کے مصرعِ ثانی میں رہ گئی خامی
ہنوز ایسے مسلماں کی ہے تلاش مجھے
ہو جس کے اوّل و آخر میں ذوقِ اسلامی

سازِ حجاز

جذبۂ سوزِ یقیں ہے عظمتِ انساں کا راز
کھیلنا تیغ و سناں سے ہے مجاہد کی نماز

مردِ مومن کی فراست جلوۂ معنی طراز
اک مجسّم حرّیت اک پیکرِ ملّت نواز

لذّتِ ذوقِ نمو کیفِ تمنائے سحر
دیدۂ بینا میں کر دیتا ہے پیدا امتیاز

ہے فضائے گلستاں معمورِ حرب و ضرب سے
شوق ہے جہد و عمل کے واسطے وجہِ جواز

ہیں حبابوں کی نگہ میں بحر کی گہرائیاں
موجِ طوفاں کر رہی ہے پے بہ پے افشائے راز

فطرتِ حسنِ ازل خود اس کی ہم آہنگ ہے
تا ابد خاموش ہو سکتا نہیں سازِ حجاز

جب مذاقِ دید سے محسوس ہو گا آشنا
اور بڑھ جائے گی کچھ تابانیٔ زلفِ ایاز

دانشِ مغرب بزعمِ خویش جو چاہے کرے
مردِ مومن کر نہیں سکتا خدا سے احتراز

ہے شہادت کا لہو غازی کی تسکینِ ضمیر
جوہرِ شمشیرِ الا اللہ ہے دل کا گداز

شوق کرتا ہے ہمیشہ خونِ شہ رگ سے وضو
عشق پڑھتا ہے مگر تیغوں کے سائے میں نماز

نشاط باغ کشمیر کا فوارا دیکھ کر

کیوں کشمکشِ غم سے ہو دِل اس کا دوپارا
ہے لذّتِ آشوب سے مانوس فوارا

ہے قوّت و کردار کی تقدیر اُبھرنا
کمزور کو ہر سودے میں رہتا ہے خسارا

ضیغم کو اجازت ہے کہ آہو کو دبوچے
برّہ کی ہے تقدیر کرے موت گوارا

ہر تا بقدم قوّت و سر تا بقدم تاب
آنکھیں جو ہوں نمناک تو ہو سانس شرارا

ہو دشت و بیاباں میں وہ موجوں کی روانی
اک سَیلِ سبک سیر ہو کہسار کا دھارا

پیدا ہو جو سینے میں ۶۰۱ ئم کا تلاطم
گرداب ہی بن جاتا ہے طوفاں میں سہارا

مبنی ہے حقائق ہی پہ تاریخ اُمم کی
کیوں بھول گیا وہ تری آنکھوں کو نظارا

اس دَور کی تدبیر پہ روتی ہے مری آنکھ
آنسو تری تقدیر کی آنکھوں کا ستارا

رزقِ حلال

ظہور تیرے عناصر کا سوزِ دشت و جبال
دلِ و نظر کا تلاطم خرامِ بدر و ہلال

مجھے ملی ہے ازل سے رسالتِ عربی
مری نگاہ کو بخشا گیا ہے سوزِ بلالؓ

جنونِ عشق نے دل کو ہے بے نیاز کیا
کشادِ فکر و نظر ہے مری خودی کا کمال

تری عطائے محبت کا شکریہ لیکن
ہوئی نہ پیدا مرے ذوقِ بندگی کی مثال

تمہاری بزم میں فغفور بھی تھے کسریٰ بھی
کسی کے سامنے پھیلا سکا نہ دستِ سوال

مری نگاہ کے تیور بھی جھک سکے نہ کبھی
مری جبیں پہ نمایاں رہے جلال و جمال

مجھے پسند ہے ضیغم کی خوئے خونخواری
مجھے حرام ہے دل بستگیٔ چشمِ غزال

خود اپنی جاں سے گزرنا ہے سہل میرے لئے
مگر کسی کے سہارے ہے یک نفس بھی محال

میں تشنہ لب ہی رہوں یہ مجھے گوارا ہے
کہ فکرِ کوثر و تسنیم ہے خودی کا زوال

خودی کو بیچ کے ہوتا ہے آدمی مفلس
خودی کے سوز میں پنہاں ہے سازِ سحر حلال
کروں نہ جس کو مہیا میں دستِ بازو سے
وہ رزق میرے لئے اے قمرؔ نہیں ہے حلال

مغرور نہیں خوددار ہوں میں

میں اک منزل کا راہی ہوں اک لشکر کا سالار ہوں میں
محمودؔ کی غیرت ہے مجھ میں اور تیموری تلوار ہوں میں

میں رزم میں عزمِ محکم ہوں اور بزم کا مردِ کار ہوں میں
ہے میری انا منصورؔ صفت اک چوبِ نخلِ دار ہوں میں

اونچی ہیں ستاروں سے ہمدم اخلاق و سیرت کی قدریں
توقیرِ کلامِ مومن ہوں اک غازی کا کردار ہوں میں

ہر اشک میں میرے پنہاں ہے تاروں کی چمک گوہر کی دمک
شبنم کی ہے مجھ سے رعنائی اور آبِ درِ شہوار ہوں میں

او ڈوبنے والے موجوں سے تجدیدِ محبت کرتا جا
تو ساحل کا ہے دلدادہ گرداب ہوں میں منجدھار ہوں میں

تو غایتِ انساں کیا سمجھے تو معنیٔ انساں کیا جانے
فطرت سے شکایت ہے تجھ کو اور قدرت کا شہکار ہوں میں

میں گردشِ دوراں کے ہاتھوں مایوس سہی پامال سہی
ہستی کے مراحل میں پھر بھی مجبور نہیں مختار ہوں میں

ہیں بربطِ عشق کے دو نغمے اک صوتی ایک ہے روحانی
تو روحِ نغمۂ قدسی اک سازِ شکستہ تار ہوں میں

لبریز شرابِ اُلفت سے ہے میرے دل کا پیمانہ ✓ تاثیرِ جمالِ عرفاں سے سرمست ہوں میں سرشار ہوں میں

✓ پابندِ علائق ہو جاتا غیرت یہ گوارا کر نہ سکی

تو میری خودی کو سمجھا غلط مغرور نہیں خوددار ہوں میں

خودی ہے حکمرانی اور محکومی ہے محتاجی — خودی عظمت ہے فاروقؓ خودی سُنّت ہے حلاّجیؒ

نہ ہو احساس ہی باقی انانیّت کا جب دل میں — تو پھر کس چیز کا ہے نام بربادی و تاراجی

چمن کی معصومی

ترے ستم کی محرّک چمن کی معصومی — مجھے رُلاتی ہے اکثر گلوں کی مظلومی

جلالِ برق و شرر میں تھا اہتزازِ قلوب — جمالِ خندۂ گُل پر نظر نہیں جھومی

کسی کے در پہ کیے کائنات نے سجدے — کسی کے ذوق نے دہلیزِ آسماں چومی

یہ عقدہ ہائے زمان و مکاں جو کھُل نہ سکے — نظر کی خامی ہے تقدیر کی نہیں شومی

نجوم و شمس و قمر تیرے ہم رکاب سہی — یہ کائنات نہ تیری نگاہ پر گھومی

تری زباں پہ تو ہیں حُرّیت کے افسانے
ترے دماغ سے لیکن گئی نہ محکومی

مرے خلوص کا مقصد تری حضوری ہے
مری نوا کا صلہ کیوں ہے دِل کی محرومی

مرا قلم ہے ثمرؔ زمزمہ طرازِ ادب
نظر نواز ہیں اقبالؒ و جامیؒ و رومیؒ

اُلجھے رہے تعلیل و مراعات میں مُلّا
وجدان کو دیتا رہا عرفان تسلّی

رخشندہ رہے کون و مکاں جس کی ضیا سے
وہ جلوۂ سینا تھا کہ فاراں کی تجلّی

فطرت کی نفیری

ترا احساس وجہِ زندگی ہے
توکّل باعثِ روشن ضمیری

قفس ہو آشیاں ہو انجمن ہو
نہ ہو احساس تو سب کچھ اسیری

ہے اس کو زخمۂ تو کی ضرورت
کہ نغمہ زن ہو فطرت کی نفیری

عزائم سخت کوشی جاں ستیزی
یہی درویش کی آفاق گیری

عبارت لا اِلٰہ سے ہے فسانہ — اسی نکتے میں ہے رمزِ فقیری
تری قدریں ہوں لولاکی مسلماں — یہی تیری بشیری اور نذیری
عقیدت ہے شہِ کونؐ و مکاں سے
مگر قسمت نہیں میری بصیریؔ

طُور و فاراں پر جو جلوہ پاش ہے — راز اُس کا ہر نگہ پر فاش ہے
مَیں ہوں محرومِ تجلّی اے ثمرؔ — یہ مرے کس جُرم کی پاداش ہے

ربابِ عشق سازِ رنگ و بُو ہے — حدیثِ شوق میں رنگِ نمو ہے
ہے لالہ صیرفیِ باغِ عالم — مری سوزش کی حدت چار سُو ہے

نیا نظامِ چمن

نوائے عشق سے گونجیں گے کوہ و دشت و چمن
کہ نورِ حسن سے رخشاں ہے زندگی کی کرن

سرودِ بلبل و قمری تمام تر الجھن
شگفتِ غنچہ کی ضامن تو ہے نسیمِ چمن

ہمارا ذوقِ نشیمن بلند ہے گلچیں
ہمیں کریں گے مرتّب نیا نظامِ چمن

یہی ہیں مایۂ حلاجؒ و شبلیؒ و تبریزؒ
قدم قدم پہ جو بکھرے پڑے ہیں دار و رسن

نشانِ جادہ کو منزل سمجھ نہ اے راہی
پرے ہے سدرہ و کرسی سے بھی ترا مسکن

صنم تراش رہے ہیں نئے نئے دستور
مگر ہے ضربِ محمدؐ یعوق و لات شکن

فضائے عشق کا شاہیں ہے شہپرِ جبریل
شکستہ پر ہیں خرد کے تمام زاغ و زغن

زوالِ حکمت و دانش حجابِ علم و یقیں
یہی ہے ملّتِ بیضا کا ایک دردِ کہن

مری سرشت میں پنہاں ہے سوزِ الا اللہ
مری نوشت سے پیدا قلندری کا چلن

زبانِ شعر سے کہتا ہے قُم باذن اللہ
عمرؔ جو آج ہے محفل میں تیری گرمِ سخن

مسلمان

خود فہم و خدا فہم ہے خود دار مسلمان ہر رنگ میں ہے واقفِ اسرار مسلمان
تہذیب و تمدن کا ہے معمار مسلمان اور خامۂ تقدیر کا شہکار مسلمان
لاریب زمیں پر ہے خلیفہ یہ خدا کا ہر مجد و شرف کا ہے سزاوار مسلمان
کہسار اُگل دیتے ہیں پوشیدہ خزانے ہو جاتا ہے جب دہر میں نادار مسلمان
میدان میں قدرت کے نشانات کا مظہر جنگ گاہ میں اللہ کی تلوار مسلمان
اُلفت بھی ہے للّٰہ لڑائی بھی ہے للّٰہ دُنیا میں ہے یُوں برسرِ پیکار مسلمان
یہ عظمتِ فاروقؓ یہی ہمتِ خالدؓ جبروت میں ہے حیدرِ کرارؓ مسلمان
مسکین مگر دولتِ کونین بداماں محتاج مگر پیکرِ ایثار مسلمان
تو بابِ کلیسا کی غلامی پہ رضامند اور کعبۂ توحید کا معمار مسلمان
کرتا ہے ادا سایۂ شمشیر میں سجدہ ہر لحظہ شہادت کو ہے تیار مسلمان
شوکت ہو امارت ہو کہ شاہی کہ فقیری ہر حال میں ہے قوم کا سردار مسلمان
اپنے لئے عاقبت اندیش و خدا مست ملّت کے لئے دیدۂ بیدار مسلمان

ہے ارض و سماوات کا مختار مسلمان

کانپتی ہے اجل

نکل نکل تو فریبِ غمِ اجل سے نکل
کہ اب تو زیست کے بازو بھی ہو چلے ہیں شل

نوائے بندۂ مومن سے دو جہاں لرزاں
نگاہِ مردِ مسلماں سے "کانپتی ہے اجل"

ہو تیرے شعر و سیاست کا رنگ اسلامی
یہی وہ نکتہ ہے جس میں ہے مشکلات کا حل

ستم کشوں کی تمنا خزاں نصیب سہی
مگر بہار میں کھلتے ہیں کب دلوں کے کنول

سنو اے میری تمناؤں کے خداوندو
کہ اہلِ درد بناتے نہیں ہیں رنگ محل

اسی سے کر مری تقدیرِ نو کا اندازہ
ہجومِ آہ و فغاں سے فضا بھی ہے بوجھل

مرے خیال کی معراج حسرتِ تعمیر
مگر ضمیر کی تخریب ہے نظر کا خلل

نہ گفتگو نہ تمنا نہ آرزو نہ خیال
بقدرِ ظرف ہی بخشا گیا ہے سوزِ عمل

ترے ستم کا زمانہ گزر گیا لیکن
ترے کرم سے فضاؤں میں پڑ گئی ہلچل

ترے سوال سے پیدا مسائلِ نظری
مرا جواب ہے ارشادِ احمدِ مرسل

حضورِ سرورِ کون و مکاں میں حاضر ہوں
ٹھہر ٹھہر اے دلِ دردمند اب نہ مچل

میں اشک ہائے تمنا سے آنکھ تر کر لوں
وفا و درد کی روداد مختصر کر لوں

نوروز

میری آہِ سحر کی ہے تاثیر
جاگ اٹھا ہے عالمِ تقدیر

یہ بھی شاید فلک کے تارے ہوں
کر نہ ذرّوں کی اس قدر تحقیر

کھوچکا ہے فراغ ذوالنورینؓ
آج مفلس ہے آدمی کا ضمیر

میرے خوں سے بہار لائے گی
میری تخریب باعثِ تعمیر

آج کیوں ہے وہ زنگ آلودہ
برق وش تھی کبھی تری شمشیر

ترے زہد و سلوک سے بہتر
اک مجاہد کا نعرۂ تکبیر

جاھدُوا سے ہے رونقِ کونین
خوئے مُسلم جہاد کی تفسیر

کھینچ دیتا ہے غازیوں کا لہو
سنگِ ہستی پہ زندگی کی لکیر

علمِ اسماء کا رازدار ہے تُو
شان تیری ہے آیۂ تسخیر

قدسیوں کو بھی آج حیرت ہے
دیکھ ملّت کا غزوۂ تطہیر

کوفیوں کا عمل ہے بولہبی
کارِ مومن ہے اُسوۂ شبّیرؓ

جان دے دے جو راہِ مولا میں
وہی انساں ہے کُن فکاں کا امیر

سوزِ عالم ہے عالمِ نوروز
سازِ نوروز کی اساس ہے سوز

اے گُلِ تبریز

تجلّیاتِ محبت نہیں حجاب آمیز
خود اپنے ذوقِ نظر ہی سے ہو سکا نہ گریز

ذلیل شعلے کو شبنم کبھی بنا نہ سکی
اگرچہ فکر و نظر کا فسوں ہے رستا خیز

نفس نفس ہے سیاست کا شہکار فریب
قدم قدم پہ قیادت کا اقتدار ہے تیز

مری نظر میں ہے انساں کا احترام مگر
تری روش سے ٹپکتی ہے سطوتِ چنگیز

ترے چمن میں نہ آئی بہار کیوں اب تک
شہیدِ عشق کی مٹی تو ہے بہت زرخیز

یہ اور بات ہے منزل نصیب ہو نہ سکی
مری نوا تو ہے رہرو کے واسطے مہمیز

اسی لئے تو یہ قائم ہے گردشِ دوراں
کہ جامِ ساقیٔ نوخیز کر سکے لبریز

چمن کی کلیاں ہیں مجبورِ پیشوائی کو
بچشمِ عبرت انہیں دیکھ اے گُلِ تبریز

ترے مزاج کی ترکیب اعتدال پسند
نہ با زمانہ بسازد نہ با زمانہ ستیز

خُدا حافظ ہے اس کشتی کا اے موج
وہ جس کا ناخُدا ہو سست و کاہل

تو چھا جا سیل بن کر دو جہاں پر
یقیناً چند قدموں پہ ہے ساحل

چُوم کر دہلیز

ہو کیوں نہ تیری محبت دل و نظر کو عزیز
تری نگاہ سے ناچیز بن گئے ہیں چیز

اُتار دیں گی زمانے کی گردشیں ان کو
چڑھی ہوئی ہیں جو دل پر تہیں ہوس کی دبیز

بہت عزیز ہے دنیا کو زندگی کا دوام
ترے حضور میں لیکن مجھے ہے موت عزیز

دل و نگاہ میں جس کے نہیں ہم آہنگی
وہ کیا کرے گا زمانے میں نیک و بد کی تمیز

ہیں بحرِ فکر میں غواصیاں تری بے سود
کہ تیرے ہاتھ بھی آیا تو گوہرِ ناچیز

تری عطائے محبت کا شکریہ۔ لیکن
ہے میرے ذہن میں باقی اک اور بھی تجویز

مری جبیں کا ستارا چمک اٹھا ہے ثمرؔ
حضورِ سرورِ عالم کی چُوم کر دہلیز

حیات افروز ہے نغمِ الوکیلی
گلستاں آفریں سوزِ خلیلی

نمایاں مردِ مومن کے عمل سے
خدائی مصطفائی جبرئیلی

ثمر می افگند

تیرگی کے قلب سے نکلی ہے آزادی کی ضَو
جگمگا اُٹھی ہے میری شمعِ خودداری کی لَو

یہ رصد گاہِ تمنا زیست کا پیغام ہے
شامِ غم کو چیر کر نکلا شفق سے ماہِ نَو

اے مسافر اپنی سیرت کو مدوّن کر ذرا
کارواں کے سامنے ہے اور اک اندازِ نَو

ہے سمندِ فکر تیرا کیوں اسیرِ بے حسی
راہوارِ شوق ہوتا ہے ہمیشہ تیز رَو

راستے میں پڑ گئی کیا اس کو افتادِ عظیم
جا رہا تھا شوق میں منزل بہ منزل آبرو

کہنے والا کہہ رہا ہے یہ علیٰ وجہ الخبر
آنے والے ہیں تغیر زندگی میں نَو بہ نَو

گوہرِ غلطاں تڑپ کر قعرِ دریا میں گرے
اشک شبنم نے بہائے اور صحرا میں گرے

چاند کا پُر نور ہونا تو نہیں منزل کی حد
اُٹھ رہے ہیں بحرِ عالم میں ابھی تک جزر و مد

حُریت کی نعمتوں سے ہو چکا تو بہرہ مند
سیرت و کردار کی لیکن ضرورت ہے اشد

حُسن اپنے شوق اور اشغال میں گم ہو گیا
کھو چکا جوشِ جنوں میں عشق بھی ہوش و خرد

رہبروں نے دم زدن میں کارواں کو جا لیا
اے مسافر عزم تیرا کیوں ہے مجروحِ کد

غالب و مختار ہے دُنیا میں طاقتور کا ہاتھ
پڑتی ہے لیکن ہمیشہ زیر دستوں پر ہی زد

"دور دستاں را با احساں یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر می افگند"

عجم کا حُسنِ مروّت

وفا کا ڈھونڈ رہی ہے تری جفا میں جواز
سمجھ سکی نہ محبت ابھی نشیب و فراز

ہے رازِ شامِ تمنّا نیازِ آہِ سحر
نہ چھین مجھ سے خدارا یہ زندگی کا گداز

یہ اور بات ہے منزل نصیب ہو نہ سکی
میں سُن رہا ہوں جرس کی مگر ابھی آواز

حرم کو ڈھونڈنے والو کچھ احتیاط کرو
کہیں قضا ہی نہ ہو جائے زندگی کی نماز

مری حیات کا منشا ہی ہو گیا تبدیل
خُدا کرے تری نگہِ ستم کی عمر دراز

ہنوز تارِ رگِ جاں ہے مائلِ لرزش
ہنوز تشنۂ مضراب ہے حیات کا ساز

عرب کو عشق نے بخشی ہے سوزشِ صدیقؓ
عجم کے ساز سے پیدا ہے نغمۂ شیراز

جو میں کہوں تو بہت مختصر ہے افسانہ
"جو تم سنو تو مری داستاں نہیں ہے راز"

نگاہ ڈوب گئی موت کے دھندلکوں میں
مچل رہی ہے مگر سازِ زیست کی آواز

میں سوچتا ہوں کہ انجام اس کا کیا ہوگا
ہے دردناک بہت میرے سوز کا آغاز

مری غزل میں نمایاں ہے کر تلاش اسے
عجم کا حسنِ مروت عرب کا سوز و گداز

اٹھیں گے اور بھی نغمے مرے قلم سے بشرؔ
خموش ہو نہیں سکتا ابھی خیال کا ساز

نظمِ مرصّع

ہے انقلاب کی زد میں ترے چمن کا نظام
مگر زمانہ ہے اب تک اسیرِ دانہ و دام

نئے تقاضے نئی انجمن نئے احکام
تری زباں پہ ہے لیکن حدیثِ بادہ و جام

ابھی تو بربطِ فریاد ہے خموش مرا
یہ مچ گیا تری محفل میں کس لئے کہرام

گریز پا ہیں بہاریں خزاں بھی فانی ہے
ترے چمن کی بقا میں ہے اک فنا کا پیام

تو کر تلاش کہیں سے خلوص کی دولت
کہ ہے خلوصِ عمل ہی میں زندگی کا دوام

ہو سوز جذب و یقیں پاسِ آدمیّت ہو
یہی ہے آدمِ خاکی کے ارتقا کا مقام

میری متاعِ نظر لا الٰہ الا اللہ
تری نگاہ میں چنگ و رباب و بادہ و جام
زمانہ ضربِ براہیمؑ کی تلاش میں ہے
خرد تراش رہی ہے نئے نئے اصنام
فقیہہ و زاہد و صوفی تو رہ گئے محروم
مگر ہے رندِ بلاکش پہ بارشِ الہام
جلا رہا ہوں ابھی تک خیال کی قندیل
بہار و بُو کا فسانہ نہیں ہے میرا کلام
عجب نہیں کہ زمانے کی روح جھوم اُٹھے
یہ سُن کے نظمِ مرصّع یہ دِل نشیں پیغام

ہادیٔ عالم رسولِ ہاشمیؐ
رہبرِ عالم ہے قرآنِ مجید
مبدأ فطرت سے بہرہ یاب ہو
اے مسلماں نعرۂ ہل من مزید

نگینے

خودی کا بحر ہے بحرِ پُر آشوب   تلاطم میں حبابوں کے سفینے
شناور ہے اگر باقی تو اے موج   جبیں سے تیری چھوٹیں گے پسینے
ذرا گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھ   کہ ہیں پنہاں تہِ دریا خزینے
ترا محتاط رہنا بے حسی ہے   بہت نازک ہیں دل کے آبگینے
تو اسرار و غوامض پر نظر رکھ   صدف ٹوٹے تو نکلیں گے نگینے

ستیزہ جو ہو طوفانوں سے پیہم
یہی ہیں زندگانی کے قرینے

نہ پوچھ اے ہم نفس کیسے ہیں کیا ہیں   وہ عرفانِ الٰہی کے طریقے
جو درویشی نے عارف کو سکھائے   فقیری میں شہنشاہی سلیقے

ظہورِ قدسی

مسکرا اُٹھے چمن از بسکہ ہنگامِ سحر
دے رہا ہے ان کو بوسے سازِ عالم جھوم کر

دیدنی ہیں گلشنِ تخلیق کی رعنائیاں
جلوۂ فطرت بہ دامنِ حُسن کی پہنائیاں

پھول ہیں محوِ تبسّم دشت لالہ زار ہیں
اور گلزاروں کے قوّالے بھی گوہر بار ہیں

پھر ترنّم آفریں ہیں آبشاروں کے رباب
چھا گیا رنگیں فضاؤں پر کریمی کا سحاب

حُسنِ فطرت جھک رہا ہے عشق کی محراب پر
اور بطوں کا دیدنی ہے رقص سطحِ آب پر

مست ہیں جھونکے ہوا کے جذبۂ تعظیم سے
آئے ہوں جیسے نہا کر کوثر و تسنیم سے

حُسن کی سرگوشیاں بالائے سطحِ آسماں
عشق کے انوار سے چمکے خطوطِ کہکشاں

ہیں کبوتر جابجا مصروفِ ذکر و فکرِ ہُو
آہوانِ دشت نے رکھ لی حرم کی آبرو

دیدۂ انجم پہ ہے عشرت طرازی کا حجاب
ذرّہ ذرّہ مسکرا کر بن رہا ہے آفتاب

برگِ گل پر گوہرِ شبنم لٹاتی ہے فضا
سازِ فطرت بج رہا ہے اور گاتی ہے فضا

خیر مقدم کے ہیں چرچے شش جہت زیرِ فلک
بہرِ استقبال ہر سو ایستادہ ہیں ملک

از سرِ نو گلستاں ہنگامۂ ہستی ہوا
زندگی کا لفظ پھر شرمندۂ معنی ہوا

ہیں قرابے عطر کے مشک آفریں گلزار میں
کھل گئے میزابِ رحمت بارشِ انوار میں

ہے ریاضِ خلد میں تزئینِ معقولات کی
ہو گئی تکمیل ہست و بودِ موجودات کی

پستیوں کے ذہن سے اُٹھی تمنائے بلند
کعبۂ مقصود پر ہے زندگانی کی کمند

مژدۂ تجدیدِ دنیائے کہن کے واسطے
زندگی معمورہ دشت و چمن کے واسطے

پیکرِ انساں کو پھر انسانیت بخشی گئی
کارگاہِ نفس کو قدوسیت بخشی گئی

بے کسی کو پھر عروجِ پادشاہی مل گیا
سرنگونی کو سریرِ کجکلاہی مل گیا

آدمیت میں نیا اعزاز پیدا ہو گیا
خلوتِ الہام کا ہمراز پیدا ہو گیا

ہو گئیں قصرِ حقیقت میں دعائیں باریاب
وا ہوا انساں پہ توحید و الوہیت کا باب

جلوۂ امکاں سے تھی معمورۂ دنیا کی فضا
محورِ ہستی نے آخر آخری چکر لیا

آ گیا وہ وقت تھا صدیوں سے جس کا انتظار
خاکِ بطحا ہو گئی عرشِ بریں سے ہمکنار

برسی عبداللہ کے گھر پر رحمتِ ربِ جلیل
عالمِ بالا میں گونج اُٹھی نوائے جبرئیلؑ

ہو مبارک والیِ کون و مکاں پیدا ہوئے
کارواں میں اک امیرِ کارواں پیدا ہوئے

مخبرِ صادق حبیبِ کبریا پیدا ہوئے
سرورِ عالم محمدؐ مصطفٰےؐ پیدا ہوئے

عالمِ اجسام میں تشریف لے آئے حضورؐ
نغمہ زن کیفِ مسرت سے ہوئے فاراں و طُور

ہو مبارک دو جہاں میں مصطفائی کے طفیل
بہرِ انساں زیست کی تقدیریں نئی بدلی گئیں

ہو مبارک دستگیرِ بے کساں پیدا ہوئے
اب نئی دُنیا بسائی جائے گی دل کے قریں

ہو مبارک شرحِ پیغامِ مسیحا و خلیل
لے کے آئے والیِ اقلیمِ چرخ ہفتمیں

لائیں گے اسلام پہلے جن کی فطرت ہے سلیم
پھر خلافت کے عطا ہوں گے انہیں تاج و نگیں

بخشی جائے گی غلاموں کو قبائے خسروی
بارگاہِ حق میں جھک جائے گی انساں کی جبیں

ساربانوں کو عطا ہوں گے رموزِ مملکت
بادیہ پیما کیے جائیں گے پھر گردوں نشیں

سجدۂ توحید سے کعبہ بسایا جائے گا
دل کو بخشے جائیں گے انوارِ ایمان و یقیں

اب منا کی وادیاں چمکیں گی مثلِ کہکشاں
ہوں گے عرفات و حرم اب ہمسرِ عرشِ بریں

اب یتیموں کو بنایا جائے گا دُرِّ یتیم
اب غریبوں کو ملے گی شوکتِ دُنیا و دیں

اب مٹے گا اوجِ دارائی عروجِ قیصری
ہو گی پھر ترویجِ دینِ حق بہ آیاتِ مبیں

ہمسفر ہوں گے اب اک محمل میں فاروقؓ و بلالؓ
امتیازِ رنگ و قومیت مٹے گا بالیقیں

خادمانِ دینِ فطرت ہوں گے اب عالی وقار
بے نواؤں کو عطا ہو گی نوائے دلنشیں

اب سُنایا جائے گا خطبہ بہ اندازِ خلیل
نغمۂ داؤدؑ گونجے گا بہ لحنِ دلنشیں

ایک ہی رشتے میں ملت کو پرویا جائے گا
صبح ہو گی امن پرور شام وحدت آفریں

عام ہو گا رحمتِ باری تعالیٰ کا نزول
لے کے قرآنِ مبیں اتریں گے جبریلِ امیں

پھر ثمر ور ہوں گے گلشن بارشِ توحید سے
خود کھلیں گے پھول میلادالنبیؐ کی عید سے

مردِ مومن

مردِ مومن دینِ حق کی ترجمانی کے لئے
ہے جہاد اس کا خدا کی حکمرانی کے لئے

مردِ مومن اک سپاہی صف شکن شمشیر زن
سطوتِ باطل پہ ہے ہر رنگ میں ناوک فگن

مردِ مومن جنگجو لشکر شکن میرِ زہاد
ہے کلیدِ خلد اس کو فی سبیل اللہ جہاد

مردِ مومن ہے خدا کا نائب و طاعت گذار
زہد و تقویٰ کی بنا صدق و صفا کا شاہکار

مردِ مومن دو جہاں میں مجمعِ فضل و کمال
منسلک ہے رشتۂ توحید سے اس کا خیال

مردِ مومن کسوتِ عالم کا تابندہ گہر
آدمیت کا محافظ داعئ فکر و نظر

مردِ مومن مسلکِ اسلام کا پابند ہے
دیں کے اسرار و حقائق سے بھی بہرہ مند ہے

مردِ مومن عرش و کرسی در نظر سدرہ بدوش
نیک سیرت پاک طینت حق پرست و حق نیوش

مردِ مومن شرحِ رمزِ آیۂ لولاکؐ ہے
اس کی فطرت ہے مدبر اور قلم بے باک ہے

مردِ مومن سر بہ سر احکام کی تعمیل ہے
یہ خُدا کے آخری پیغام کی تفصیل ہے

مردِ مومن کاشفِ اسرارِ نظمِ کائنات
اس کی معراجِ نفس پابندیٔ صوم و صلوات

مردِ مومن کو ہے ہر اک شئے پہ حقِ احتساب
دینا ہے ہر فعل کا اس کو قیامت میں جواب

مردِ مومن زندہ ہے دینِ ہُدیٰ کے واسطے
موت بھی اس کی ہے اللہ کی رضا کے واسطے

مردِ مومن آیۂ معروف کا اعلان ہے
سیرت و کردار میں مُنہ بولتا قرآن ہے

مردِ مومن کا عمل حق کی شہادت کے لئے
ہے وجود اس کا خُدا کی حاکمیت کے لئے

مردِ مومن دن کو خیزاں اور گرمِ ترکتاز
رات کو ہے درد و سوز و عشق میں محوِ نماز

مردِ مومن دشت و صحرا میں چراغِ لالہ ہے
کارزارِ عشق میں اک شعلۂ جوّالہ ہے

مردِ مومن ارتباطِ سیف و سجّادہ بھی ہے
بجلیوں کا سوز ہے خرمن کا دلدادہ بھی ہے

مردِ مومن باعثِ تکوینِ بزمِ آب و گل
نعرۂ تکبیر کے پیچھے مجاہد کا ہے دل

مردِ مومن برقِ سینائے حقیقت ہے کبھی
طُورِ پیغمبرِ تبلیغ فطرت ہے کبھی

مردِ مومن ابتدائے کار میں ہے باخُدا
اس کے افکار و عمل کی انتہا ہے مصطفیٰؐ

ملا فسانۂ دِل کے لئے نیا موضوع
ترے دماغ کا لیکن اِدھر نہیں ہے رجوع

ستارۂ فتنۂ مغرب کا ہو رہا ہے غروب
ہُوا سعادتِ مشرق کا آفتاب طلوع

ثمر لذیذ بھی نورس بھی رُوح افزا بھی
مگر ہے میرے لئے اک شجر جو ہے ممنوع

مرے قلم کو ملی ہے جلالتِ افکار
نہ چھین مجھ سے خدایا یہ قوّتِ اظہار
مری سرشت ہے "حق گوئی اور بے باکی"
میں حق سے رُک نہیں سکتا ہو دار یا دربار

قرارداد مقاصد منظور ہونے پر

رواں تھا قافلہ لیکن منازل میں تھی ناچاقی
نہ تھی بانگِ جرس باقی نہ آوازِ درا باقی

فضا تاریک تھی چاروں طرف چھایا تھا اندھیرا
کہ پویا چل رہا تھا راہوارِ زندگی میرا

مگر رفتارِ آوارہ سے پائی آگہی میں نے
بڑھا کر دستِ ہمت کو عناں خود کھینچ لی میں نے

مبادا ہار جائے کارواں ہی زیست کی بازی
نہ کھا جائے کہیں اسکندری ہی دوڑ میں تازی

مجھے درماندگی میں جادۂ منزل نظر آیا
سرابِ ریگِ صحرا میں نیا ساحل نظر آیا

مری لغزیدہ پائی مجھ کو سوئے دوست لے پہونچی
یہ دِل کی خود نگہداری بکوئے دوست لے پہونچی

ہوئی نظروں سے اوجھل رہگذر آہستہ آہستہ
حقیقی مستقر آیا نظر آہستہ آہستہ

عزمِ قیادت

تصوّرات کو بخشے گئے نئے عنوان
اب ایک زندہ حقیقت ہے خوابِ پاکستان

بدل گیا ہے زمانہ بدل گئے انسان
مگر فریبِ سیاست کے ہیں وہی رجحان

وہی امنگ وہی ولولے وہی اُمید
دلِ غریب کے نکلے نہ آج تک ارمان

یہ درد و کرب یہ بجلی یہ آشیاں یہ تڑپ
یہی حدودِ چمن میں ہیں زیست کے سامان

بدل رہا ہے زمانہ نئے تقاضوں سے
نہیں ہے طبعِ گرامی کا اس طرف میلان

یہ مانا آپ کا معیارِ زندگی ہے بلند
مگر عوام کے دل حُرّیت پہ ہیں قربان

ترے خیال و نظر میں نہیں ہے جولانی
کُھلے ہیں سامنے تیرے نئے نئے میدان

اِدھر بھی ایک نظر اے شہنشہٗ لولاک
تری نگاہ کے محتاج ہیں زمان و مکاں

ابھی نظامِ گلستاں میں برہمی ہے وہی
حدودِ پاک میں مظلوم ہے ابھی قرآن

نہیں میں عزمِ قیادت سے لے ثمرؔ مایوس
خدا اِسے ہی اگر کر دے صاحبِ ایمان

پنجاب

آہ یہ پنجاب نقشِ خطۂ گردوں وقار ہو چکا لاریب صوبائی تعصب کا شکار
اب کہاں پنجاب کی رعنائیاں رنگینیاں غارتِ گلشن ہو ہیں اغیار کی گلچینیاں
باغبانوں نے گلستاں سے بہاریں چھین لیں نرم رَو جھونکوں سے نزہت کی پھواریں چھین لیں
بٹ گیا پنجاب اور فطرت کے نظارے گئے نصف سے زائد بشر لوٹے گئے مارے گئے
آہ یہ ظلم و ستم اور یہ زیانِ جان و مال آج تک تاریخ میں ملتی نہیں جس کی مثال
گھیر رکھا ہے اِسے اس وقت بھی آلام نے مسئلہ آزادیٔ کشمیر کا ہے سامنے
پاک خطے کا تخیّل بھی دیا پنجاب نے اور پھر ایثار پیہم بھی کیا پنجاب نے
آہ پاکستان کا یہ بازوئے شمشیر زن اس کے غازی جنگجو اس کے بہادر صف شکن
کارزاروں میں نہیں جن کی شجاعت کا جواب ثبت ہیں تاریخ میں پنجاب کی عظمت کے باب
اس کی پیداوار اس کے کھیت اس کے کوہسار ساری دُنیا کے لئے ہیں باعثِ صد افتخار
اس کے ذرّوں نے کئی کوہِ گراں پیدا کئے رستم و سہراب سے بڑھ کر جواں پیدا کئے
ہے اسی کو فخر حاصل مولدِ اقبالؒ کا ہے یہی مسکن ظفرؔ کے عظمت و اجلال کا

بے کراں اس کا ادب شعلہ نوا اسکے خطیب ... شاعر و نقاد انشائی صحافی اور ادیب
اس کی قربانی سے آئی روئے گلشن پر بہار ... ہے اسی کے خون سے مرکز کے چہرے پر نکھار
اس کا دل شمعِ خودی کے نور سے معمور ہے ... تاجِ پاکستان میں پنجاب کوہِ نور ہے

اب یہی پنجاب ہے دُنیا کی نظروں میں ذلیل ... ہو رہی ہے کس لئے اس کو مٹانے کی سبیل
سندھ بنگال اور سرحد کا یہی مضمون ہے ... پوچھتا ہوں میں کہ پھر پنجاب کیوں مطعون ہے
جان ڈالی اس نے مسلم لیگ کی تحریک میں ... آج وہ سرگرم ہیں پنجاب کی تضحیک میں
لکھنؤ سے اُڑ کے جو آئے ہوا کے دوش پر ... خندہ زن ہیں بجلیاں ان کی بساطِ ہوش پر
کفر صوبائی تعصب فرقہ داری ہے حرام ... پھر ہیں کیوں پنجاب کے فرزند پامالِ خرام

حلقۂ ملت میں تھے لاریب کچھ ملت فروش ... ہو چکا ہے ختم اب جن کی قیادت کا خروش
بے شبہ ہے ان کی لغزش باعثِ شرمندگی ... بستے ہیں پنجاب میں انسان لیکن اور بھی
صاحبِ اخلاص سنجیدہ مدبر اور شریف ... خادمانِ ملک و ملت آدمیت کے حلیف
جن کے دل میں عظمتِ اسلام کا احساس ہے ... جن کو پیغامِ محمد مصطفےٰ کا پاس ہے
ایسے مردم خیز خطے میں نہیں قحط الرجال ... عام ہیں اہلِ ہنر اور صاحبِ فضل و کمال

اس میں ہیں لاکھوں گُہر یہ موتیوں کی کان ہے
جن کے آب و رنگ کا محتاجِ پاکستان ہے

زندہ دِلِ پنجاب اک گہوارۂ تہذیب ہے
فکر جس کی نظمِ ملّت کے لئے تشبیب ہے

اس کے سینے میں تڑپ ہے عظمتِ اسلام کی
رہنمائی اب بھی کر سکتا ہے یہ اقوام کی

ناظمِ ملّت اگر ہو میری گستاخی معاف
"بات مُنہ پر آگئی ہے کیوں نہ کہہ دوں صاف صاف"

آپ کے ارشاد پر جانیں لڑا سکتی ہے قوم
گھر لُٹا سکتی ہے ملّت سر کٹا سکتی ہے قوم

حاکمانِ قوم کی بھی خُو بدلنی چاہیئے
رنگ بدلا جا چکا ہے بُو بدلنی چاہیئے

مسندِ افرنگ پر مُسلم ہوئے مسند نشیں
سیرت و کردار ان کے مطلقاً بدلے نہیں

اصطلاحِ قوم کے ان سے معانی پوچھیئے
پوچھیئے ان سے براہِ مہربانی پوچھیئے

رشوتوں سے ہو گی کیا تعمیر پاکستان کی
جام و مے بدلیں گے کیا تقدیر پاکستان کی

کیا شریفوں کو یونہی ارذل بنایا جائے گا
کیا حسینوں کو سرِ محفل بٹھایا جائے گا

کیا نکل آئی ہے کوئی سود کی وجہِ جواز
کیا یونہی چلتے رہیں گے ریڈیو وقتِ نماز

میں کروں تنقید تخریبی مرا منصب نہیں
میں تو ہوں تعمیرِ ملّت کے لئے اندوہگیں

حُبِ انساں ذوقِ حق خوفِ خدا بھی چاہیئے
دِل میں ایماں احترامِ مصطفٰے بھی چاہیئے

یہ نظم انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس ۱۹۴۹ء میں خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل پاکستان کو مصنف نے خود سنائی۔

دعوتِ فکر...... کے نام

صبر و شکیبِ عالمِ امکاں پہ غور کر
اے دوست کاروبارِ گلستاں پہ غور کر

ہر منظرِ حیات میں ہے انقلابِ نو
شامِ خزاں و صبحِ بہاراں پہ غور کر

اُن مسکراہٹوں سے تجھے کیا ہوا وصول
انسانیت کے دیدۂ گریاں پہ غور کر

سر پہ ترے نیابتِ عظمیٰ کا تاج ہے
اسلامیوں کے جذبۂ ایماں پہ غور کر

زلفِ قرار داد کی ژولیدگی بھی دیکھ
قول و عمل کی عمرِ گریزاں پہ غور کر

جن مہوشوں کی چشمِ فلک کو رہی تلاش
اُن مہوشوں کی زلفِ پریشاں پہ غور کر

تیری نظر میں دولتِ افرنگ کا شکوہ
لیکن کبھی تو جلوۂ فاراں پہ غور کر

اترا رہے ہیں جاہ و امارت ترے حضور
اے روحِ صبح، شامِ غریباں پہ غور کر

اہلِ نظر کی جنتِ ارضی پہ ہے نظر
شعر و سخن میں رمزِ سخنداں پہ غور کر

فطرت کے دامِ سخت کی تعزیر کو بھی سوچ
یعنی نقوشِ گردشِ دوراں پہ غور کر

میری فغاں میں لذتِ آہِ سحر بھی ہے
تو گریہ ہائے شمعِ شبستاں پہ غور کر

ملت کے سازِ زیست میں نالے ہیں بیقرار
بربط کے ساتھ تارِ رگِ جاں پہ غور کر

میں ہوں سکوتِ سازِ حدی خواں پہ فکر مند		تو اہتمامِ سوزِ غزل خواں پہ غور کر
تیور ہیں بحرِ مسبت کے بپھرے ہوئے ثمرؔ
بے چینیوں کے احمریں طوفاں پہ غور کر

سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب کے نام

قلبِ خراب و دیدۂ پُرنم تلاش کر		نقش و نگارِ عالمِ برہم تلاش کر
اے دوست انقلاب دیا دیت ہے ناگزیر		تاریکیوں میں نورِ مجسّم تلاش کر
ہے بے کنار ذوقِ تجسس کا سلسلہ		اے رہ نوردِ جادۂ پیہم تلاش کر
پھر زخم زخم ملتِ بیضا کا ہے وجود		نشتر کی فکر چھوڑ کے مرہم تلاش کر
بربادیٔ چمن میں ہے اہلِ چمن کا ہاتھ		اب آنسوؤں میں گوہرِ شبنم تلاش کر
ہنگامۂ نشاط مبارک تجھے۔ مگر		اس میں صدائے نوحہ و ماتم تلاش کر
تا چند انتظار مشیرانِ خاص کا		قول و عمل میں قوّتِ محکم تلاش کر
کیوں حامیانِ دینِ مکرّم رہیں اسیر		ان کے لئے بھی اک نیا عالم تلاش کر

قزاق و رہنما میں نہیں اب کوئی تمیز
مجرم تلاش کر یہاں محرم تلاش کر

دامن میں میرے شوق و ارادت کے اشک ہیں
تو مضمحل لبوں پہ تبسم تلاش کر

ناگفتنی ہے شامِ غریباں کی سرگذشت
خاموشیوں میں لطفِ تکلم تلاش کر

بیزار ہوں میں گردشِ دوراں کے ذکر سے
ابرِ سیاہ میں مہ و انجم تلاش کر

ساحل کو چھوڑ بحر کی گہرائیوں کو ناپ
کشتی کے پہلوؤں میں تلاطم تلاش کر

سردارِ قوم گلشنِ پنجاب جل گیا
نیرو کہاں ہیں محوِ ترنم تلاش کر

...... کے نام

محبت میں دشت و چمن سے گذر جا — نمو زارِ سرو و سمن سے گذر جا
ہے مژدہ ترے حق میں لاتقنطو کا — مقاماتِ رنج و محن سے گذر جا
تری ذات خود مستقل انجمن ہے — سرِ انجمن - انجمن سے گذر جا
گذر جا امارت کی رنگینیوں سے — سخنداں کی رمزِ سخن سے گذر جا
تگ و تاز میں شوکتِ زندگی ہے — رقابت کی رسمِ کہن سے گذر جا
ذرا دیکھ افلاسِ ملّت کی حالت — خیالاتِ کام و دہن سے گذر جا
تو گذرا ہے خون و ہلاکت کی رہ سے — ارم زارِ صبحِ وطن سے گذر جا
یہ مانا ترا ظرفِ عالی ہے بے کل — سیاست کے دَورِ فتن سے گذر جا
تو گذرا ہے تعزیر کی وادیوں سے — گذرگاہِ دار و رسن سے گذر جا
دیانت پہ تیری نہیں حرف لیکن — حلیفانِ وعدہ شکن سے گذر جا
ترے راستے میں نئی مشکلیں ہیں — بہر مرحلہ بانکپن سے گذر جا
"ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں — ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں"

اقبالؔ

شکستہ ساز

جو بے نیازِ غمِ کائنات ہوتے ہیں
دل اُن کے حاملِ صد واردات ہوتے ہیں

خبر بھی ہے تمہیں عہدِ نوی کے بُت شکنو
جہاں میں پیدا نئے سومنات ہوتے ہیں

فرشتے جن کے تقدس پہ پڑھتے ہیں تسبیح
جہاں میں ایسے بھی عالی صفات ہوتے ہیں

وہ جن سے عرش نشینوں کی روح کانپ اُٹھے
چمن میں آج بھی وہ سانحات ہوتے ہیں

زبان و فکر کی آزادیاں نصیب کہاں
نفس نفس پہ یہاں حادثات ہوتے ہیں

چمن میں اہلِ قفس ہوں نہ مائلِ فریاد
شکستہ ساز وبالِ حیات ہوتے ہیں

مری وفاؤں پہ کیوں بدگمانیاں ہیں تمہیں
کہ اعتماد میں امن و ثبات ہوتے ہیں

بیانِ حق کی سزا ہے مری زباں بندی
یہ جُرم اصل میں وجہِ نجات ہوتے ہیں

یہ گُل جو تیرے ہیں تو خار بھی سمجھ اپنے
کہ باقیات ہی صالحات ہوتے ہیں

وہ جن کو دانشِ حاضر نہ کر سکی تسلیم
جہاں میں ایسے بھی کچھ واقعات ہوتے ہیں

نہیں جو کہنے کی وہ بات کہہ رہا ہوں شمرؔ
کہ ہر خیال میں کچھ ممکنات ہوتے ہیں

و... خ... کے نام

ترے خیال کا محور ہے جلوۂ اسلام — تجھے روا ہی نہیں سیرِ مجلسِ اقوام
تو بار بار فرنگی کے در کا کر نہ طواف — ترے وفود بڑھائیں نہ اور بھی آلام
وہ دیکھ بیٹھے ہیں مل کر منافقانِ قدیم — بدل رہی ہے نیا روپ گردشِ ایام
یہ طاقتوں کے توازن یہ سازشوں کا ہجوم — یہ سخت سخت شرائط یہ نرم نرم کلام
جنھوں نے عزم کو آغاز ہی میں روند دیا — وہ کس طرح تجھے بخشیں گے مژدۂ انجام
یہ دوزخی تجھے جنت سے کر نہ دیں محروم — لبوں پہ جن کے بظاہر ہیں امن کے پیغام
علاجِ غربتِ ملت بھی سوچنا ہے تجھے — قدم قدم پہ یہاں تلخیاں ہیں محوِ خرام
غلط نوا بھی تو ہوتا ہے سازِ مدنیت — مری حیات کا مقصود نغمۂ اسلام
مرے عروج کو حیرت سے دیکھنے والے — مرا خلوصِ نظر کیوں ہے موردِ الزام
ادب کا رنگ نکھرتا ہے نالۂ دل سے — نوائے شعر میں باقی ہے سوزشِ الہام
مگر یہ دین ہے اللہ کی جسے مل جائے — کسی کو ہو نہ سکی آج تک مجالِ کلام
حذر ز غریباں تا جلوۂ سحر مانند — "ثمر بدست تو از شاخِ تازہ تر مانند"

سپید و سیاہ

گری ہیں خرمنِ منزل پہ بجلیاں ناگاہ — خدا کی شان ہے رہبر بھی ہو گئے گمراہ

ترے حضور میں مجھ کو نہیں مجالِ کلام — کہ تیرے ہاتھ میں ملّت کا ہے سپید و سیاہ

یہی غریب تھے ہمگام و ہم نفس تیرے — عروج ملتے ہی تیری بدل گئی ہے نگاہ

کبھی تو شامِ غریباں پہ اک نظر ہو جائے — کہ تجھ کو بخشے ہیں جمہور ہی نے تاج و کلاہ

مرے خلوص و محبت کا تھا یہی منشا؟ — کہ جھک رہے ہیں ترے در پہ آج شاہنشاہ

مجھے ذلیل سمجھتا ہے اقتدار ترا — خدا کی دین ہے لیکن فروغ و عزت و جاہ

مری تو خیر یہ تیرے لئے ہے باعثِ ننگ — کہ تیرے ہمدم و ہمراز کا ہو حال تباہ

میں جانتا ہوں کہ مجھ پر ہے کیوں عتابِ ملوک — رموزِ مملکتِ خویش سے بھی ہوں آگاہ

مرے ضمیر کی افتاد با زمانہ ستیز — زمانہ ساز سے میرا نہ ہو سکے گا نباہ

میں ہوں کسی کی نوازش سے اس لئے محروم — کہ سچی بات کا کہنا ہے اک عظیم گناہ

یہ کہکشاں یہ ستارے یہ مہر و ماہ فلک — مری دیانت و اخلاص پر ابھی ہیں گواہ

مرے قلم کی ہیں بے باکیاں ابھی قائم — کہ میرے شعر کی میراث ہے حرفِ اِلّا

حضورِ خواجہ ہیں کی تھیں گذارشات مگر — جبھی تو نام ہے میرا "سرِ بیاضِ سیاہ"

استعجاب

تیرا یقیں ہے خام تعجب کی بات ہے
عشق اور ناتمام تعجب کی بات ہے

جلوے عیاں ہوں حسن کے اور جلوہ گر نہاں
یہ نقصِ انتظام تعجب کی بات ہے

آثار سربلندیٔ انساں کے مٹ گئے
ملت ہے بے امام تعجب کی بات ہے

حرفِ قرار داد کی تصدیق ہو چکی
بدلا نہیں نظام تعجب کی بات ہے

ملت ابھی ہے کشمکشِ زیست میں اسیر
خواجہ بلند بام تعجب کی بات ہے

اس وحدتِ خیال و عقیدہ کے دور میں
تفریقِ خاص و عام تعجب کی بات ہے

"کرگس" ہو آسماں کی فضاؤں میں پَر کشا
"شاہیں" ہو زیرِ دام تعجب کی بات ہے

قدرت نے تیری لغزشیں کر دی ہیں سب معاف
تو محوِ انتقام تعجب کی بات ہے

مشہور تیری تلخ نوائی ہے اے طرز
تو اور خوش کلام تعجب کی بات ہے

اشارات

تجلیاتِ محبت ہیں بے حجاب ابھی
افق سے اور بھی ابھریں گے آفتاب ابھی

سُنو متاعِ گلستاں کو لُوٹنے والو
ہر ایک برگ پہ قائم ہے احتساب ابھی

نظامِ شام و سحر میں ہے برہمی پیدا
چمن میں اور بھی آئیں گے انقلاب ابھی

مسافرو مری قسمت پہ تبصرہ نہ کرو
کہ ہوگا رہبرِ منزل کا انتخاب ابھی

ابھی فسونِ قیادت ہی کارفرما ہے
عوام ٹھوکریں کھائیں گے بے حساب ابھی

تونگری ہی ابھی تک شرف کا ہے معیار
مگر غریب کی مٹی بھی ہے خراب ابھی

ہیں خوش کلام اراکینِ اقتدار بہت
مگر ہے ذوقِ عمل سے کچھ اجتناب ابھی

ابھی ہیں لوازمِ محفل شراب و رامش و رنگ
نظر میں ساقیٔ مہوش کا ہے شباب ابھی

ابھی حضور میں تنقید کی نہیں برداشت
مرے سوال نہیں قابلِ جواب ابھی

قدم قدم پہ ہیں ظرف و ضمیر کے سودے
نظر نظر پہ ہے پنجاب پر عتاب ابھی

قرار دادِ مقاصد حروفِ بے معنی
ترے حضور میں مظلوم ہے کتاب ابھی

فریبِ عقل ہے یا واقعہ، خدا جانے
سمجھ رہا ہوں کہ گلشن پہ ہے شباب ابھی

ترے حضور میں ہیں باریاب خضر و نواز
ثمر فرنگ کا ہے موردِ عتاب ابھی

اے مسافر

زمیں سے نکل آسماں سے نکل جا
فریبِ زمان و مکاں سے نکل جا

کرہ آبادِ لولاک کی وادیاں پھر
حدودِ زمین و زماں سے نکل جا

اگر کارواں سے نہیں کوئی نسبت
تو پھر حلقۂ کارواں سے نکل جا

نہ ہو ناخُداؤں کا پابندِ احساں
بھر کرِ یم بے کراں سے نکل جا

جلادے فضاؤں کو سوزِ یقیں سے
مقاماتِ وہم و گماں سے نکل جا

اگر تیرے سجدوں سے ہے ان کو نفرت
تو پھر سایۂ آستاں سے نکل جا

طلسمِ کہن مرغزاروں کی دُنیا
کہاں سیرِ گُل آشیاں سے نکل جا

مزامیر و طاؤس کا ہے زمانہ
رَجز گاہِ تیغ و سناں سے نکل جا

اگر حاصلِ زندگی کی ہے خواہش
طلسماتِ سود و زیاں سے نکل جا

سراب مسرّت تمنّا ہے تیری
مقاماتِ آہ و فغاں سے نکل جا

ٹھکانہ ترا دُور ہے اے مسافر
چلا چل۔ حدِ لامکاں سے نکل جا

آسماں بدلتے ہیں

رہِ حیات کے کہنہ نشاں بدلتے ہیں
قدم قدم پہ یہاں کارواں بدلتے ہیں

وہ اک نگاہ بناتی ہے جو تری تقدیر
اُسی نظر سے زمان و مکاں بدلتے ہیں

محیطِ زیست ہیں پھر انقلاب کے آثار
اٹھو اے نیند کے ماتو جہاں بدلتے ہیں

فغاں کہ اہلِ حرم ہو گئے تہی احساس
یہ روز روز مرے پاسباں بدلتے ہیں

سرِ غیور کا جھکنا بھی اک قیامت تھا
جبیں بدل نہ سکی آستاں بدلتے ہیں

میں سوگوار ہوں اہلِ چمن کی دانش پر
قفس بدل نہ سکے آشیاں بدلتے ہیں

گلہ یہ مجھ کو خدایانِ خاک و باد سے ہے
زمیں بدلتے نہیں آسماں بدلتے ہیں

بدل رہے ہیں زمان و مکاں بہ نوعِ دگر
بدلنا چاہیے جن کو کہاں بدلتے ہیں

کسی سے کہیے اگر حالِ غم تو کیا کہیے
بالآخر آج ہم اپنی زباں بدلتے ہیں

بدل سکے نہ مری زندگی کے مفروضے
یقیں بدل نہیں سکتے۔ گماں بدلتے ہیں

مری وفاؤں کو مشکوک جاننے والو
نئے تقاضے کبھی ناگہاں بدلتے ہیں

حقیقتوں کو جو کہتے ہیں آج افسانہ
وہ خود بدلتے نہیں داستاں بدلتے ہیں

نظامِ نو بھی چمن کا ہے قابلِ ترمیم
کہ گل بدل نہ سکے باغباں بدلتے ہیں

بیانِ حق میں یہاں کٹ گئی زباں اے بشرؔ
مگر یہ کہہ نہ سکے ہم بیاں بدلتے ہیں

آج بھی ہے

سرنگوں یاس میں ہر شاخِ سمن آج بھی ہے
آہ تاراج مرا صحنِ چمن آج بھی ہے

ظلمتیں کیوں ہیں جبینِ گل و لالہ پہ محیط
تاب فرما تو محبت کی کرن آج بھی ہے

گو تری زلف میں پہلی سی وہ گرہیں نہ رہیں
مری تقدیر کے پردے میں شکن آج بھی ہے

کوئی موسےٰ ہی نہیں اس کے مقابل ورنہ
طور پر نور ترا جلوہ فگن آج بھی ہے

پھول تو شدتِ احساس سے خاموش رہے
باغباں زمزمہ پردازِ چمن آج بھی ہے

اُٹھ گئے غیر تری بزمِ تمنّا سے مگر
جو ہمیشہ سے تھا محفل کا چلن آج بھی ہے

لُٹ لُٹا کر بھی اسے کعبۂ مقصد نہ ملا
مری ملّت کا وہی دردِ کہن آج بھی ہے

گل بھی تھا عرشِ بریں سوزِ نفس سے لرزاں
بزمِ انجم میں کوئی گرمِ سخن آج بھی ہے

کل بھی ماحول کے سینے میں تھیں غم کی ٹیسیں
دستِ منعم میں در و بستِ وطن آج بھی ہے

کل بھی مجبور تھا مغرب کی بہاروں کے لئے
بوئے افرنگ کا محتاج چمن آج بھی ہے

کل بھی تھا صوبسطرانانِ حوادث کا شکار
اور انسان تہِ دامِ محن آج بھی ہے

کل بھی تھے گردشِ ایام سے نالاں جمہور
گرم رفتار وہی چرخِ کہن آج بھی ہے

کل بھی قرآن تھا مظلوم زمانے میں مگر
طاق پر حکمِ شہنشاہِ زمن آج بھی ہے

کل بھی تھا میرے لئے منصبِ منصورؒ شمر
نعرۂ حق کا صلہ دار و رسن آج بھی ہے

ہیولے

مثالِ قطرۂ شبنم گہر لٹائے گئے
سوادِ عرش پہ پہنچے تو پھر گرائے گئے

نگاہِ نرگسِ شہلا کو مل گئی مستی
شگفتہ پھول سرِ راہ ہیں بچھائے گئے

یہ رہزنی یہ قیامت یہ خوں کی ارزانی
بساطِ گل پہ عجب انقلاب لائے گئے

نظر نظر پہ زمانے نے کروٹیں بدلیں
قدم قدم پہ ہیں کونین لڑکھڑائے گئے

نظامِ نو نے دیا مژدۂ حیاتِ جدید
مگر یہ بندے خدائی کے دل پہ چھائے گئے

چمن کا رنگ شراروں میں ہو گیا تبدیل
جدید طرز پہ کچھ آشیاں بسائے گئے

فضائے کون و مکاں نے بدل لیا ہے مقام
بجائے شمع شبستاں میں دل جلائے گئے

یہ حُرّیت کا تصوّر یہ ح نَو کا طلوع
سوادِ شرق سے افرنگیوں کے سائے گئے

شعورِ زہر کا بربط کیا گیا بیدار
فغانِ نیم شبی سے فلک ہلائے گئے

سکون بخشا گیا بجلیوں کو خرمن میں
ہیولے خونِ خیاباں سے ہیں اٹھائے گئے

دیارِ عقل و خرد کی تجلیوں کے لیے
ہماری خاک کے ذرّات بھی اُڑائے گئے

غرور و جاہ کے ایواں نہ ہو سکے روشن
ہمارے خون سے فانوس بھی جلائے گئے

یہ کس کے جذبۂ ہمت کی آزمائش ہے
کمان جبر کے چلّے ہیں پھر چڑھائے گئے

کرے گا کون نیابت تری زمانے میں
ہمیں جو محفلِ کونین سے اُٹھائے گئے

نہ پُوچھ مجھ سے گلستاں کی روئدادِ لرزش
تغیّرات کے پردے کہاں اٹھائے گئے

گنجائشِ اذاں

وہ آب و خاک کے اسرار میں نہاں بھی نہیں — کہ خالی شوقِ محبت سے لامکاں بھی نہیں
ہو میری تلخ نوائی نہ ناگوار تجھے — زوالِ عظمتِ آدم میں کچھ زیاں بھی نہیں
فقیرِ راہ کو بخشا گیا ہے سوزِ بلالؓ — کہ خانقاہ میں گنجائشِ اذاں بھی نہیں
ہے تیری راہ میں پہلا قدم ہی اک منزل — کہ منزلوں کے تری راہ میں نشاں بھی نہیں
مری جبیں کو کوئی سجدہ گاہ مل نہ سکی — اگرچہ دُور ترا سنگِ آستاں بھی نہیں
کہاں یہ سازِ حدی خواں کہاں وہ منزلِ شوق — کہ تیرے ذہن میں ترتیبِ کارواں بھی نہیں
یہ قافلہ نہ کہیں راہ سے بھٹک جائے — کہ رہنماؤں میں اب کوئی راہ داں بھی نہیں
ورائے گنبدِ گردوں بھی کر نگاہ ذرا — تری نگاہ میں حائل یہ آسماں بھی نہیں
خموش رہ کے بھی کہتی ہیں درد کی روداد — اگر زباں نہیں آنکھیں تو بے زباں بھی نہیں

میں اپنی سوزشِ تنہا میں جل چکا ہوں اخترؔ
کہ اس چمن میں مرا کوئی رازداں بھی نہیں

نعرۂ پیکار

مرے قلم کو ملی ہے جلالتِ افکار
نہ چھین مجھ سے خدایا یہ قوّتِ اظہار

بنامِ قہر یہاں بجلیاں اتارتی
کہ جل اٹھیں یہ زر و تاج و جُبّہ و دستار

وہ لُٹ رہی ہے غزالانِ دشت کی عصمت
یہ بِک رہی ہے تب و تابِ گیسو و رخسار

اب آنے والے ہیں محلوں میں زلزلے شاید
کہ جھونپڑوں سے بھی اٹھا ہے نعرۂ پیکار

اُبھر رہا ہے زمانے میں نقشِ عالمِ نَو
محیطِ زیست ہیں پھر انقلاب کے آثار

جہاں میں وارثِ کونین ہے وہی ملّت
رواں ہوں جس کے جلو میں عزیمت و کردار

مری سرشت ہے حق گوئی اور بے باکی
میں حق سے رُک نہیں سکتا ہو دار یا دربار

ہر اک نوائے محمدؐ کے انتظار میں ہے
منارِ تاج محل ہو کہ تختِ شالا مار

مری دعا ہے ترے گرد و پیش اے ہمدم
بجائے نغمہ و بربط ہو تیغ کی جھنکار

وہ اک نظر ہے کہ ہے ملتفت مری جانب
سوارِ وقت سے کہہ دو کہ روک دے رفتار

یہ بُت

نظامِ نَو کے تقاضے سوال کرتے ہیں

یہ ارضِ پاک فرنگی کا بُت کدا تو نہیں
کہ دندنائیں گے کب تک یہ مال روڈ کے بُت

یہ بُت بھی بُت ہی ہیں آخر کوئی خدا تو نہیں
کوئی وطن میں ہو اے کاش بُت شکن پیدا

یہ بُت ہیں دورِ غلامی کی یادگار ہنوز

یہ تمکنت یہ تکبّر غرورِ جاہ و جلال
ٹپک رہی ہے نگہ سے رعونتِ شاہی

شہرِ فرنگ کی خدمت میں ان کو پہنچا دو
ہے ان کے تیغ و قلم میں خشونتِ شاہی

یہ گھور گھور کے سُنتے ہیں احتجاج مرا

ہر ایک راہی کے چہرے کو گھورتے ہیں بہ غور
یہ بدنما یہ بھیانک یہ خشمگیں چہرے

میوزیم کی ہی زینت انہیں بنا ڈالو
کہ ان کے چہروں پہ ظلم و ستم کے ہیں پہرے

کمالِ طرزِ تمدّن پہ مُسکراتے ہیں

ہمارے یومِ مسرّت کا مُنہ چڑاتے ہیں

تازیانے

اساسِ ارتقا پر ہیں اجارے بزمِ امکاں کے
حجاب اٹھیں گے اک دن خود بخود پندارِ انساں کے

بنیں گے تکمۂ زہرہ حریمِ خاک کے ذرّے
معاون ہوں گے صحرا رنگ و تزئینِ گلستاں کے

مری اُنسیت میں تہذیب کا معیار بدلے گا
نئے آثار ہوں گے پاسباں کردارِ انساں کے

شہنشاہی کے سینے میں گڑے گا ہاتھ غربت کا
بکھر جائیں گے حلقے ٹوٹ کر زنجیرِ زنداں کے

اُدھر بپھری ہوئی موجوں کے تیور درنظر ہوں گے
ادھر احساس بدلے جائیں گے ملّاح و طوفاں کے

ادھر سہمے ہوئے ماحول کا دل بیٹھ جائے گا
نفس آراستہ ہوں گے فضائے شبنمستاں کے

اِدھر محمود کی تقدیر میں ہو گی شکن پیدا
گنے جائیں گے حلقے اُس طرف زلفِ پریشاں کے

ادھر برہ میں ہو جائے گی خوئے ضیغمی پیدا
حریر و پرنیاں پر چھائیں گے کانٹے بیاباں کے

اِدھر ذہنِ پراگندہ سے پھر شورش نہ اُٹھے گی
اُدھر فتنے دبائے جائیں گے پندارِ دوراں کے

چٹانیں کفر و الحاد کی سب ٹوٹ جائیں گی
رخِ آفاق سے پھوٹیں گے چشمے نورِ ایماں کے

زمینداری کی لعنت ختم کی جائے گی دنیا سے
بڑھائے جائیں گے کچھ مرتبے مزدور و دہقاں کے

توقع ہے بدل جائے گی رو ادوارِ عالم کی
نئے ابواب لکھے جائیں گے تاریخِ انساں کے

نوائیں زیر و بم میں کھو کے رہ جائینگی مطرب کی
کریں گے قافلوں کی رہبری نغمے حُدی خواں کے

مساوات و اخوت کی ہوا دنیا میں سنکے گی
مراتب عرش پیما ہوں گے پھر مرد مسلماں کے

عزائم کو مگر کچھ تازیانوں کی ضرورت ہے
حصولِ مدعا میں امتحانوں کی ضرورت ہے

اے خُدا

ایک مدت سے بحال زار ہیں سرو و سمن
پھر نسیم صبح کا محتاج ہے صحنِ چمن

قطرۂ شبنم کی دشمن کیوں ہے سورج کی کرن

اے خُدا اے ذو المنن

کیوں بنامِ امن اس دنیا میں ہے جنگ و جدل
کیوں نشاطِ بزم کا باعث ہے صہبائے غزل

ہو سکے تو کچھ بتا اس عقدۂ مشکل کا حل

اے خدا اے عزّ و جل

یہ فروغ بزمِ عشرت جلوۂ معنی طراز
دل میں لندن کی ہوس لب پہ مگر نامِ حجاز

بک رہی ہیں عصمتیں اور لُٹ رہے ہیں پاکباز

اے خدائے بے نیاز

سلکِ مروارید وجہِ حُسنِ دندان و خلال — کیا جہاں میں آیا ہے انساں بطورِ ریزغال

کیوں درِ منعم پہ ہے جمہور کا دستِ سوال

اے خُدائے ذوالجلال

ہیں بہت مغرور و سرکش صاحبانِ اقتدار — ان کا معیارِ معیشت ہے بلند و باوقار

یہ سمجھتے ہیں خود اپنے آپ کو پروردگار

اے خُدائے کردگار

کل بھی ملّت زندگی کی کشمکش میں تھی اسیر — آج بھی پامال اور مجبور ہیں برنا و پیر

کیا ہیں ارضِ پاک کے مالک امیر ابنِ امیر

اے خُدائے دیرگیر

کب تک رہے

دورِ فساد و فتن دیکھئے کب تک رہے ۔ رسم و رواجِ کہن دیکھئے کب تک رہے

سرخروی سرو و سمن دیکھئے کب تک رہے ۔ حسرتِ دشت و چمن دیکھئے کب تک رہے

قافلہ ہے بے صدا منزلیں ہیں بے سراغ ۔ راہبر بھی راہزن دیکھئے کب تک رہے

اُٹھ گیا دُنیا سے آج آدمی کا احترام ۔ زندگانی خستہ تن دیکھئے کب تک رہے

وقت کے دھارے بھی اب مُڑ رہے ہیں ساتھ ساتھ ۔ اعتبارِ علم و فن دیکھئے کب تک رہے

انقلابِ دہر کے اہلِ وفا ہیں اسیر ۔ احترامِ انجمن دیکھئے کب تک رہے

ہے سزاوارِ حیات سنّتِ منصورؒ ہی ۔ دعوتِ دار و رسن دیکھئے کب تک رہے

گو ہے کفِ خاک میں خونِ شہیدِ وطن ۔ جذبۂ خیبر شکن دیکھئے کب تک رہے

جادۂ حق ہے بہت جاں طلب و جاں گداز ۔ پائے خودی گامزن دیکھئے کب تک رہے

خسروی خندہ فشاں فرِ ریاست سے ہے ۔ اضطرابِ کوہکن دیکھئے کب تک رہے

روشِ گلچیں پہ ہیں اہلِ چمن سوگوار ۔ لالہ و گل کی پھبن دیکھئے کب تک رہے

برسرِ بغض و عناد منعمی کے ہیں طریق ۔ فقر محتاجِ کفن دیکھئے کب تک رہے

اُٹھ گئے ہیں اے ثمرؔ ہم نفس و ہمنوا
تو مگر گرمِ سخن دیکھیے کب تک رہے

کیا کہیے

جب گلشن وحشت ساماں ہوں پھر کوہ و دمن کو کیا کہیے
کیا شکوہ ہو گلزاروں کا اور سرو و سمن کو کیا کہیے

دنیائے محبت کی قدریں بن بن کے بگڑتی جاتی ہیں
جب اس میں تمہارا ہاتھ بھی ہو پھر چرخِ کہن کو کیا کہیے

تدبیر کے ایوانوں میں جب تقدیر کے صنعتکاروں کو
تعمیرِ وطن کی فکر نہیں پھر اہلِ وطن کو کیا کہیے

اے صبحِ چمن کے متوالو کچھ شامِ چمن پر غور کرو
جگنو بھی چراغِ بزم نہیں سورج کی کرن کو کیا کہیے

اربابِ چمن نے مل جل کر جب گلشن کو تاراج کیا
تکمیلِ گلستاں کیا کیجے ترتیبِ چمن کو کیا کہیے

اس دَور کے عشرت خانوں میں تکمیل پہ جشنیں ہوتی ہیں
تمہید کا لیکن ہوش نہیں اس دَورِ فتن کو کیا کہیے

کچھ لوگ ابھی اس محفل میں منصور کے ہمسر بنتے ہیں
جب دل ہی انا الحق کہہ نہ سکا پھر دار و رسن کو کیا کہیے

نغماتِ محبت سے جس کے تشبیبِ محبت ہو نہ سکی
اس زورِ بیاں سے کیا حاصل اس رنگِ سخن کو کیا کہیے

فرنگیوں کا فسوں

جو ناگوار نہ گذرے تو ایک بات کہوں — مقامِ بندۂ مومن تو عرش سے ہے فزوں
مگر یہ ذوق و تخیل میں پستیاں کیسی — یہ تیرا پرچمِ اخلاص کیوں ہوا ہے نگوں
وہ فوق و سیرت و کردار کیا ہوئے آخر — نہ اب وہ سوزِ یقیں ہے نہ شوق و صبر و سکوں
نہ دل میں خوفِ خدا ہے نہ مصطفےٰؐ کا لحاظ — ترا مذاقِ خودی بھی تو ہو چکا ہے زبوں
کدھر گئی وہ فراست کہاں گئے اخلاق — یہ کس کی عقل نے توڑا ہے تیرا سازِ جنوں
ہنوز ذہن سے تیرے غلامیاں نہ گئیں — ہنوز ٹوٹا نہ تجھ سے فرنگیوں کا فسوں
نہاں ہے نکتۂ ایماں میں زندگی کا شعور — مگر ہیں حرفِ محبت کے راز گوناگوں
زمانہ تلخ نوائی کا ہو چکا ہے شکار — میں تیری بزمِ سخن میں نہ کیوں خموش رہوں
بجا کہ آہوں کا طوفاں ہے ایک ابرِ بہار — روا کہ عشق کے آنسو ہیں دجلہ و جیحوں

تو اٹھ اور اٹھ کے ثمر رنگِ کائنات بدل
وگرنہ گردشِ دوراں میں ہے ابھی گردوں

تم تو کہتے تھے

تم تو کہتے تھے کہ دہلیز پہ آزادی کی
سرنگوں ظلم و تعدّی کا پھریرا ہو گا
تم تو کہتے تھے کہ ماحول بدل جائے گا
دور پہنائی عالم سے اندھیرا ہو گا

تم تو کہتے تھے کہ آزادی میں لٹ جائے گی
نکبت و رشوت و افلاس و تباہی کی متاع
سرخرو ہو گا وطن اور وطن کے جمہور
ختم ہو جائے گی سب دولت و محنت کی نزاع

تم تو کہتے تھے کہ اب آئے گی گلشن پہ بہار
پھول تو پھول ہیں کانٹے بھی نظر کش ہوں گے
اس طرح بدلیں گی اقوال و عمل کی قدریں
پھر کبھی منعم و مزدور نہ سرکش ہوں گے

تم تو کہتے تھے نئی صبح نمایاں ہو گی
آئے گا زیست کو پھر کیف و مسرت کا پیام
قوم کے سیرت و کردار بدل جائیں گے
ضابطہ زیست کا بن جائے گا حرفِ اسلام

تم تو کہتے تھے۔ مگر آج یہ دیکھا میں نے
آدمیت ہے یونہی کچلی ہوئی رُوندی ہوئی
باغبانوں کے بنے۔ ہر قولِ غلط پر لبیک
برق ہر شاخِ نشیمن پہ یونہی کوندی ہوئی

آج بھی قلب و نظر سوزِ غلامی کے شکار
آدمی آج بھی مجبور ہے جینے کے لیے
آج بھی دین ہے اغراضِ مسلسل کا اسیر
آج بھی زیست کا زہر ابھے پینے کے لیے

پھر بھی تم کہتے ہو ہیں آج کے حالات نئے
کل کی بوسیدہ مصیبت کا کوئی حل ہی نہ تھا
لائقِ فخر و مباہات یہ ارشاد سہی
میں بھی کہتا ہوں کہ جو آج ہے وہ کل بھی نہ تھا
آج بھی کشمکشِ غم میں گرفتار ہوں میں
پھر بھی تم کہتے ہو آزاد ہوں مختار ہوں میں

شکریہ بھیجو

ابھی ہیں رنگِ قیادت سے سرگراں جمہور
ابھی ہے کبر کے رُخ پر نمودِ غازۂ خوں
ابھی ہے صحنِ گلستاں میں بوئے محکومی
ہنوز ٹوٹا نہیں ہے فرنگیوں کا فسوں
کہ مال روڈ کے بُت دندنا رہے ہیں ہنوز

حضورِ حضرتِ نشتر میں شکریہ بھیجو

کہ جو "تیغ و قلم[1]" اُٹھ گیا ہے قلعے میں
مگر خشونتِ شاہی ہنوز باقی ہے
مجسمے ہیں کچھ احساس پر وبال ابھی
وہی رعونتِ شاہی ہنوز باقی ہے
کہ "ضیغمانِ[2] شہی" مسکرا رہے ہیں ہنوز

حضورِ حضرتِ نشتر میں شکریہ بھیجو

کہ دورِ حلفِ وفاداریٔ فرنگ گیا
مگر خُدا کے وفادار ہم نہیں ہیں ہنوز
ابھی "ادارۂ خدمت[3]" پہ ہے نشانِ صلیب
کہ ہم تمدنِ افرنگ کے قریں ہیں ہنوز
ہنوز عالمِ اسباب انتشار میں ہے
زمانہ ضربِ محمدؐ کے انتظار میں ہے

[1] کرنل لارنس کا بُت [2] تاج برطانیہ کے شیر [3] ریڈ کراس سوسائٹی۔

ابلیسِ سیاست کا فرمان

قول و عمل فریبِ سیاست میں ڈھال دو — مکر و فریب کی مرے کوئی مثال دو

جن کو نہیں ہے میری صدارت پہ اعتماد — اُن منکروں کو وعدۂ فردا پہ ٹال دو

مانا کہ ارضِ پاک کا پنجاب ہے دماغ — دل میں کھٹک رہا ہے یہ کانٹا نکال دو

سازش مرا اصول ہے فطرت مری فرار — میّتِ وقار کی مرے کاندھوں پہ ڈال دو

جس باغباں نے خون سے سینچا تھا یہ چمن — اس باغباں کو صحنِ چمن سے نکال دو

ظرف و ضمیر بیچ کے آئے جو میرے پاس — اُس بے نوا کو منصبِ جاہ و جلال دو

جس گلستاں کے لالہ و گُل ہوں مرے خلاف — اُس گلستاں سے لالہ و گُل کو نکال دو

گُل ہوں چمن بدوش اور کانٹے ہوں گُل بکف — تم اک نگاہِ شوق جو گلشن پہ ڈال دو

جس قوم کے صدور وساوس میں اسیر — اس قوم کو پھر جذبۂ سوزِ بلالؓ دو

مجھ سے حقیقتوں نے تقاضا کیا مشرؔ

ہم کو اٹھا کے شعر کے سانچے میں ڈال دو

حرفِ مطلوبے

نہ ہوں جب تک بروئے کار اخلاص و عمل تیرے
کسی کام آ نہیں سکتے جہانداری کے منصوبے

حبابوں کی طرح ہے زندگی یارانِ شاطر کی
"اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے، اِدھر نکلے اُدھر ڈوبے"

جنہیں ہو عارضہ ثقلِ سماعت کا وہ کیوں سمجھیں
وگرنہ عام ہے نوکِ زباں پر حرفِ مطلوبے

سرِ سیلِ بلا دعوےٰ ہے ان کو ناخدائی کا
سفینے ملّتِ بیضا کے جو ساحل پہ لے ڈوبے

فقط پنجاب پر ہی آپ کی چشمِ عنایت ہے
مگر کچھ اور بھی ہیں ارضِ پاکستان میں صوبے

ترے مستعفی ہونے پہ بھی تجھ کو نذر ہوتے ہیں
سمن زاروں کے گجرے اور فرحت بخش مشروبے

حمیدؔ و حسرتؔ و خورشیدؔ و فاروقیؔ و نصر اللہؔ
سبھی اس کی نگاہوں میں ہیں معتوبے و مغضوبے

زندگی کی حسین منزل پر
راستے بھی تو پیچ کھاتے ہیں

اس جہاں میں وہ لوگ بھی ہیں تمرؔ
جو خدا کو بھی بیچ کھاتے ہیں

غنیمت ہے

رباب کہنہ میں یہ زیر و بم غنیمت ہے
عرب کی نے میں نوائے عجم غنیمت ہے

تری نگاہ نے لُوٹی مری متاعِ حیات
تری نگاہ کا یہ کیف و کم غنیمت ہے

چلے ہی جانا ہے تم کو چلے ہی جاؤ گے
خدُا را بیٹھ بھی جاؤ کہ دم غنیمت ہے

ہے تیری یاد فقط مقصدِ حیات مرا
ترا کرم ہو کہ تیرا ستم غنیمت ہے

گلہ نہیں ہے کہ منزل نصیب ہو نہ سکی
کسی کی راہ میں اٹھے قدم غنیمت ہے

نظر اے زندگیٔ جاوداں کے متلاشی
ترے وجود سے تیرا عدم غنیمت ہے

تو جانتا ہے مرا ذوقِ بندگی لیکن
جبینِ شوق کو نقشِ حرم غنیمت ہے

فریب خوردۂ تعمیرِ سومنات ہے تو
مگر ایاز کے گیسو کا خم غنیمت ہے

زمانہ عقل کو سمجھا ہے خضرِ راہ مگر
مرا جنوں ہی مجھے بیش و کم غنیمت ہے

اب اُٹھتے جاتے ہیں سب آشنائے رازِ اثرؔ
کہ اس زمانے میں میرا قلم غنیمت ہے

تکمیلِ کجکلاہی

ترے جہان کی بنیاد مرغ و ماہی ہے
میرے لئے یہ مگر آہِ صبحگاہی ہے

ہمارے درد کا آغاز بھی تباہی تھا
ہمارے درد کا انجام بھی تباہی ہے

یہ درد و داغ یہ سوزش یہ آرزو یہ خلش
تمام عمر اسی رنگ میں نباہی ہے

وہ جا رہا ہے جو منزل کو سر جھکائے ہوئے
یہ کاروانِ محبت کا ایک راہی ہے

تری نگاہ کے تیور بدل سکے نہ کبھی
میں مانتا ہوں یہ میری غلط نگاہی ہے

وہ تیرگی جو شبِ غم میں کارفرما تھی
خرد کے نامۂ اعمال کی سیاہی ہے

ترے حضور میں پائی وہ دولتِ کونین
مری نگاہ میں اب ہیچ پادشاہی ہے

مرے عروج کا باعث قلندری ہے مری
قلندری ہے کہ تکمیلِ کجکلاہی ہے

مری نگارشِ سادہ ہے جانگداز مگر
مری حیات کا مقصود دردخواہی ہے

کوفہ و بغداد

دیارِ حسن میں چلتی رہی ہے بادِ مراد
جہانِ عشق میں ہوتے رہے ہیں دل برباد

حریفِ لطفِ محبت ہے عشرتِ پرویزؔ
ہے ضربِ عشق کی تخلیق تیشۂ فرہادؔ

کمالِ ذکر سے پیدا شکوہِ قلب و نظر
عروجِ فکر میں رہتا ہے خطرۂ افتاد

مرے زوال کا باعث ہوئی ملوکیت
ترے نفاق کی ترویج کوفہ و بغداد

طلسمِ بود و عدم میں ہے رازِ عمرانی
بہت بلند ہے جنت سے عالمِ آزاد

فلک کے ساتھ رہے معرکہ حریفانہ
کمندِ عشق ہی روح الامیں کی ہے صیاد

انہیں یہ حق ہے کہ ہوں اقتدار کے مالک
نہیں ہے غور کے قابل عوام کی فریاد

اِدھر تمام متاعِ حیات ڈوب گئی
مگر حضور کی پہنچی نہ آج تک امداد

اِدھر قیادتِ ابلیس ہے جوانی پر
اُدھر تصورِ یزداں میں مانی و بہزاد

غرض زمانہ ہے تخریب کے دوراہے پر
کہ آج تک نہ ہوئیں دِل کی بستیاں آباد

سُلطانی وُ عیّاری

نظامِ عالمِ ہستی ابھی ہے درہم و برہم — کہ رُسوا ہو رہی ہے اس جہاں میں عظمتِ آدم
ہیولے لالہ و گل کے فضاؤں میں ہے لرزاں — مآلِ خندۂ گل پر مگر روتی رہی شبنم
مرادِ ذوقِ طلب ہی ضامنِ اوج نیاب ہے — ہمیشہ کامراں ہوتی رہی ہے کوششِ پیہم
یہ دستورِ اساسی ہے کہ ہے آئینِ چنگیزی — یہ تدبیرِ سیاست ہے کہ ہے اک سازشِ پیہم
خُدا کی حاکمیت آج ہے اک حرفِ پارینہ — یہی ہیں قوم کے قیصر یہی ہیں قوّتِ محکم
یہ خاکی "مابدولت" بن رہے ہیں "ظلِّ سبحانی" — زمین کے بسنے والے ہو رہے ہیں عرش کے محرم
گراں ذکرِ خدا و دیں ہے انکی طبعِ نازک پر — معاذ اللہ یہی ہیں خادمانِ قائدِ اعظم
ہوئی دم سے انہی کے لیگ پر اک مُردنی طاری — بظاہر جن کے ہاتھوں میں ابھی ہے لیگ کا پرچم
صدارت انکی لونڈی ہے وزارت انکی باندی ہے — کہیں یہ صدرِ اعظم ہیں کہیں یہ آمرِ اعظم

خداوندا یہ تیرے سادہ دِل بندے کدھر جائیں
"کہ درویشی بھی عیّاری ہے سلطانی بھی عیّاری"

(اقبالؒ)

تخلیقِ قائدؒ

نہیں ہے میرا تخیّل ہی موردِ الزام — ہنوز درہم و برہم ہے زندگی کا نظام
بجا کہ۔ ملک ہے قائد کے عزم کی تخلیق — یہ قوم سیرت و کردار میں ہنوز ہے خام
بیان و دعوت و عکس و جلوس پر شیدا — یہی ہیں ملّتِ بیضا کے رہنما و امام
ادھر عوام کی روحِ حیات ہے بے چین — اُدھر خواص کو ہے منصب و وقار سے کام
کرے نہ ان کی جو تائید ہو وہی معتوب — جرائد ان کی نوازش کے ہیں اسیر و غلام
دلوں میں دورۂ افرنگ کی ہوس پنہاں — مگر لبوں پہ ہے اعلانِ خدمتِ اسلام
ہزار حیف کہ شوہر کے سامنے بیگم — ہو غیر مرد سے محفل میں گرمِ رقص و کلام
اُدھر حوادثِ عالم کی تیز تر رفتار — اِدھر ہے میکدۂ نو بہار جام بہ جام
ہزار حیف ہیں خاموش منبر و محراب — قدم قدم پہ ہے پامال عظمتِ اِسلام
یہ زلزلے یہ تباہی یہ جوشِ سیلِ بلا — تمام شامتِ اعمال و گردشِ ایّام

غرورِ جاہ و امارت ہے عشرتِ فانی
خُدا کی دین ہے لیکن متاعِ سوزِ دوام

لا غالب الا ھُو

نوائے غیب سے مجھ کو ملی ہے تازہ نوید — نظامِ عالمِ کہنہ میں ہوگی پھر تجدید

وہی کریں گے یہاں دِل کی بستیاں آباد — جنہوں نے عہدِ نوی کی اٹھائی تھی تمہید

چمک رہے ہیں فضاؤں میں خاک کے ذرّات — کہ زرد عظمتِ آدم کا ہو گیا خورشید

فضائے فکر و عمل مسلکِ حیات ترا — مرے خیال کی ہوتی ہے ہر جگہ تائید

خُدا ہی حاکمِ اعلیٰ ہے۔ یہ ہے قول ترا — ترے عمل سے مگر ہو رہی ہے کیوں تردید

ترے خیال میں اسلام حرفِ پارینہ — تری نگاہ میں ہے زندگی کی طرزِ جدید

ترا اشارۂ ابرو وزارتوں کی عطا — ہے تیری چشمِ عنایت سفارتوں کی اُمید

مرا قلم بھی غنیمت ہے اس زمانے میں — کرے گا کون مرے بعد اس طرح تنقید

ہو ارضِ پاک میں اِسلام کو عروج نصیب — خدائے پاک دکھائے مجھے وہ روزِ سعید

تجھے سعادتِ دارین ہو نصیب مگرؔ
حضورِ خواجۂ کون و مکاں کی کر تقلید

نغمے

اُٹھے نہ سود و زیاں سے نہ بیش و کم سے اُٹھے
ہزار فتنے ترے اک غلط قدم سے اُٹھے

فریبِ قول و عمل کے حجاب آنکھوں سے
ترے ستم سے نہ اُٹھے ترے کرم سے اُٹھے

وہ درد جن سے زمانہ ہنوز بے کل ہے
کہیں وجود سے اُٹھے کہیں عدم سے اُٹھے

ریاضِ ملّتِ بیضا پہ زیست کے بادل
مری زبان سے برسے مرے قلم سے اُٹھے

وہ نالے میرے لبوں پر جو رہ گئے آ کر
ضمیرِ عرش سے نکلے دلِ صنم سے اُٹھے

تلاشِ زیست میں نکلے جو قافلے جاں کے
فغانِ درد سے بیٹھے نوائے غم سے اُٹھے

نہیں خیال کی پابند ہمتِ انساں
جو قدسیوں سے نہ اُٹھے وہ بار ہم سے اُٹھے

وہ جن کے خون کی سرخی ہے لالہ زاروں میں
وہ سرفروش رجز خوانیِ حرم سے اُٹھے

وہ جن کے نام سے زندہ ہے رسمِ خود کیشی
کبھی عرب سے اُٹھے اور کبھی عجم سے اُٹھے

دماغِ کون و مکاں میں بسے ہوئے ہیں اثرؔ
وہ نغمے جو مرے بربط کے زیر و بم سے اُٹھے

وقت کی آواز

سازِ ہستی ہے آج کل ناساز
شعر میرا ہے وقت کی آواز

عرش پیرا ہے کاروانِ شوق
میری منزل ہے منزلِ ممتاز

میری پستی ہے مائلِ رفعت
عزم میں ہے مگر ادائے نیاز

تیرا مقصد مسائلِ نظری
تیرے دستور بھی ہیں خانہ ساز

صرف در پر نہیں روا سجدہ
ہو تصوّر تو پھر ہے لطفِ نماز

حُسن تیرا ہے طلعتِ محفل
عشق میرا ہے سوز اور گداز

آج افشا ہوا ہے رازِ چمن
خود فضائیں چمن کی ہیں غمّاز

ایک "کرگس" کہ آسماں بردوش
ایک "شاہیں" کو حسرتِ پرواز

میرے دستِ طلب کی کوتاہی
جانتا ہوں کہ تُو ہے بندہ نواز

کارِ مومن جہاد و فتح و ظفر
آہ محمودؒ اور زلفِ ایاز

وقت آیا ہے زندگی کے لئے
ہر تمنّا ہو پھر تمنّا ساز

ہر مُسلماں کی شان ہو صفدرؓ
ہر سپاہی ہو خالدؓ جانباز

عرشِ اعظم نظامِ شمس و قمر
کن فکاں ہیں محمدی اعجاز
تو بدل دے مزاجِ عصرِ کہن
ابنِ آدم کا ہے یہی اعزاز

آزمائش

وطن میں آج پھر اہلِ نظر کی آزمائش ہے
بہر گامِ تمنا ہمسفر کی آزمائش ہے

نہیں بدلے ابھی تک زائچے تقدیرِ ہستی کے
بقیدِ روز و شب شمس و قمر کی آزمائش ہے

جبینِ شوق کے تو ہو چکے ہیں امتحاں لاکھوں
سنبھل اے حُسن تیرے سنگِ در کی آزمائش ہے

اُٹھے ہیں پاسباں زنداں کے پھر زنجیر لے کر
یقیناً پھر کسی شوریدہ سر کی آزمائش ہے

چمن کی ہو چکی تعمیر خونِ اہلِ گلشن سے
مگر اب خار و خس برگ و ثمر کی آزمائش ہے

خزف ریزے جہاں زینت ہیں تاجِ ملک و ملت کی
اُسی بازار میں لعل و گہر کی آزمائش ہے

غلط کوشیٔ اربابِ سیاست کا گلہ کیا ہو
حریمِ پاک میں ہر دیدہ ور کی آزمائش ہے

عناصر ورطۂ حیرت میں ہیں اسکی نواؤں سے
یہ کس آتش نفس کے دل جگر کی آزمائش ہے

ہر منزل ہوا ہے کارواں منزل سے بیگانہ
کہ اب منزل پہ عزمِ راہبر کی آزمائش ہے

نہیں جھکتی جبیں مومن کی غیر اللہ کے آگے
حرم میں پھر نگاہِ حق نگر کی آزمائش ہے

جہانِ رنگ و بو میں اور بھی مخلوق بستی ہے
بہ طورِ خاص کیوں نوعِ بشر کی آزمائش ہے

دعا تو کر چکا ہوں اب نتیجہ دیکھئے کیا ہو
خدا کا امتحاں ہے اب اور اثر کی آزمائش ہے

بڑا فکر آزما ہے یہ زمانہ اے ثمرؔ اس میں
بہر لحظہ خیالِ تازہ تر کی آزمائش ہے

نسبتیں

گوہر کو اک تعلقِ خاطر ہے آب سے
ذرّے کو نسبتیں ہیں کئی آفتاب سے

شیرازۂ حیات نہ کیوں منتشر رہے
جلوے کوئی بکھیر رہا ہے حجاب سے

وارفتگیٔ شوق حجابِ نظر رہی
مشہور ہوں مگر میں ترے انتخاب سے

بحرِ خیال میں مرے کس نے لگا دی آگ
پیدا ہے کیوں خروشِ تلاطم حباب سے

کچھ اضطراب ہے مجھے قلبِ خراب کا
کچھ اطمینان ہے مجھے قلبِ خراب سے

اے حاصلِ وجود ذرا غور کرکے دیکھ
بیتاب ہو گیا ہوں میں جلووں کی تاب سے

تیرے سوال پر ہوئی آرائشِ جمال
کیوں کائنات ہل گئی میرے جواب سے

جلوے بکھیرنے کا کوئی اہتمام کر
اے دوست بے نیاز ہیں آنکھیں بھی خواب سے

یکساں ہے ان کے واسطے ہستی و نیستی
جو آشنا ہیں تیری نظر کے شباب سے

نالے ابھی ہیں سازِ محبت پہ خندہ زن
نغمے نکل سکے نہ شکستہ رباب سے

جو زندگی میں نامِ محمدؐ پہ مر مٹے
ان کو غرض ہی کیا ہے عذاب و ثواب سے

اُٹھ اے نثرؔ حجازِ مقدس کا عزم کر
کیوں دور ہے حضورِ رسالتمآبؐ سے

جرمِ عظیم

فضائے طور میں خاموش کیوں ہے سازِ کلیم ؔ
کہ مجھ کو نغموں پہ اُکسا رہا ہے ذوقِ سلیم

مری طبیعتِ بیباک ہے خودی کا کمال
مری جبیں کو نہیں خوئے سجدہ و تسلیم

بجا کہ ہوگئے عنوانِ زیست کے تبدیل
ہنوز عشق کی بدلی نہیں ہے رسمِ قدیم

مجھے یقیں ہے زمانہ ضرور بدلے گا
نظامِ بندہ و آقا میں ہوگی پھر ترمیم

یہ قوم ایک ہے اے ملک کے خداوندو
مگر عوام محاصل کی سختیوں سے دو نیم

ابھی حضور کے سر میں ہے خود سری کا خمار
ابھی حضور ہیں ایوانِ خسروی میں مقیم

ابھی حضور کے ہاتھوں میں ہے سپید و سیاہ
ابھی حضور پہ تنقید بھی ہے جرمِ عظیم

حضور حشر میں دینا ہے آپ کو بھی جواب
نہیں حضور کے اعمال قابلِ تعظیم

سرود و ساقی و رقص و شراب و شاہد و چنگ
حضور پیکرِ عالم کی ہے یہی تعلیم؟

گلاب و سنبل و ریحاں تو بے نصیب ہیں مگر
گلوں سے کھیل رہی ہے ہنوز موجِ نسیم

حقائق

یہ نظم انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس ۱۹۵۱ء میں سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب کی صدارت میں مصنف نے خود پڑھی

ہند لا تعداد تہذیبوں کا جو مسکن رہا
امتدادِ وقت سے خاشاک در دامن رہا

مختلف قوموں کے پرچم اس پہ لہراتے رہے
حکمراں پیہم کئی آتے رہے جاتے رہے

سربلند اس پہ رہا صدیوں ہمارا بھی عَلَم
اس زمانے میں ہمیں تھے صاحبِ سیف و قلم

آخر اپنی ہفت صد سالہ حکومت بھی گئی
عہدِ اولیٰ کی وہ اسلامی سیاست بھی گئی

اس پہ قائم ہو گیا افرنگیوں کا اقتدار
دیوِ استبداد صدیوں تک رہا با اختیار

ایک مدت زندگانی صرفِ افسانہ رہی
انجمن احساسِ آزادی سے بیگانہ رہی

عظمتِ رفتہ مٹی جاگے حدی خوانِ حرم
سرزمینِ ہند سے ٹوٹے غلامی کے صنم

اب زمانہ تھا نیا اس کے تقاضے تھے نئے
انقلابِ وقت سے آخر فرنگی بھی گئے

کی گئی تقسیم مقبوضات میں سطحِ زمین
کیونکہ دو قوموں میں تھی اس پر تنازعِ اولیں

ذرے ذرے کی زباں پر تھی نوائے انقلاب
جن کو قائد کے تدبر نے بنایا آفتاب

اک تصور کو ملے پھر زیست کے عنوان بھی
بن گیا زندہ حقیقت خوابِ پاکستان بھی

رفتہ رفتہ تیرگی میں روشنی پیدا ہوئی
نیم مُردہ قوم میں پھر زندگی پیدا ہوئی

اونچے ایوانوں میں کچھ اسلام کا چرچا ہوا
یعنی قبلہ خادمانِ قوم کا سیدھا ہوا

جادۂ مقصودِ منزل پھر معیّن ہو گیا
ذہنِ ملّت نورِ فاراں سے مزیّن ہو گیا

ہو گئی منظور آخر کار وہ قرار داد
صحنِ گلشن میں ہے جس کا ذکر بھی شرحِ مراد

مختلف راہوں میں پیدا ہو گیا اک اتصال
اب تو اُس تجویز کو بھی ہو چکا ہے ایک سال

میرے دِل کی دھڑکنوں میں سُن ذرا آوازِ قوم
سوچ اے نباضِ ملّت دیکھ لے ہمرازِ قوم

ہیں ابھی خاصانِ ملّت مائلِ شر و فساد
اِن کو نشتر کی ضرورت ہے کہ ان میں ہے مواد

قوم کے زخموں پہ لیکن اب تو مرہم چاہیے
بے نواؤں کا کوئی ہمدرد و محرم چاہیے

آج تک بدلی نہیں قدریں یہاں انسان کی
کیا یہی صُورت ہے استحکامِ پاکستان کی

کیا غریبوں کے لئے ہی گردشِ ایّام ہے
پوچھتا ہوں میں کہ آزادی اسی کا نام ہے

پا رہے ہیں منصب و عہدہ امیر ابن امیر
زندگی ملّت کی لیکن ہے کشاکش میں اسیر

کچھ نوابوں کو غرورِ کبریائی مل گیا
رہزنوں کو اختیارِ رہنمائی مل گیا

کچھ زمینداروں کو فرِّ شہریاری مل گئی
خاک کے ذرّوں کو جھونکوں کی سواری مل گئی

کچھ غلاموں کو سرِ پُر کجکلاہی مل گیا
سطوتِ چنگیز پائی چترِ شاہی مل گیا

آمرانِ قوم کے ہے سامنے ذاتی عروج
سرزمینِ ہند سے جاری ہے ملّت کا خروج

رنگ لائی ہے نرالا گردشِ لیل و نہار — جل رہا ہے روم نیرو ہیں مگر محوِ ستار

قوم کی قربانیوں پر ہی نہیں دار و مدار — کام لیں ایثار سے کچھ صاحبانِ اقتدار

ان کی تقریروں میں ہے الفاظ کی جادوگری — ان کی تحریروں میں ہے رنگِ خرامِ دلبری

ان کا معیارِ معیشت سر بلند و باوقار — ہو رہی ہے اس طرف ملّت مصائب کا شکار

انکی دعوت ان کے دورے ان کے جلسے اور جلوس — بار ہیں ملت کے کاندھوں پر یہ گنتی کے نفوس

ان کا دعوےٰ خیر خواہی کا ہے محتاجِ یقیں — ان کو اپنے شغلِ ناؤنوش سے فرصت نہیں

ان کو بھولے عمرؓ و خالدؓ اور طارقؒ کے طریق — ہوتے ہیں ان میں پیدا سینکڑوں خضر و خلیق

ہیں بروئے کار کچھ تخریب کی چنگاریاں — رنگ لے آئیں نہ پھر ان کی تعیش کاریاں

قوم اپنے فرض کی تکمیل پر آمادہ ہے — پھر قیادت کس لئے مرہونِ جام و بادہ ہے

حکمراں طبقے کو کچھ ایثار کرنا چاہیے
رائے عامہ کو ذرا ہموار کرنا چاہیے

اب مجھے کچھ عرض بھی کرنا ہے جانِ قوم سے — مادران و خواہران و دخترانِ قوم سے

اس نئی تہذیب میں ایسی بھی ہیں کچھ بیگمات — غارتِ شرم و حیا ہے جن کا اسلوبِ حیات

دشمنِ مہر و وفا ہے ان کے چہرے کی نمود — "صنفِ نازک کی کھلی توہین ہے ان کا وجود"

اس طرف تھا حسنِ یوسفؑ کے لئے لازم حجاب — دورِ حاضر کی زلیخا پھر رہی ہے بے نقاب

دیکھ اے خاتونِ مشرق سن اے فخرِ ایشیا
اے سراپا سادگی اے پیکرِ صبر و رضا

دیکھ لغزش میں نہ آجائے کہیں پائے ثبات
مغربی تہذیب میں ہرگز نہیں تیری نجات

ہے نظامِ زیست میں کردار تیرا دلنشیں
عزتِ کاشانہ ہے تو رونقِ محفل نہیں

تیری افزائش میں ہے آرائشِ کون و مکاں
تو خطِ تقدیر کی تحریر کا حرفِ نہاں

اے وقارِ زندگی اپوا نہیں تیرا مقام
تیری جمعیت کی خاطر اور ہے کچھ اہتمام

تیرے شایاں ہی نہیں یہ انجمن آرائیاں
ننگ ہیں تیرے لئے تہذیب کی رعنائیاں

تیرے مرہونِ نظر ہیں خانہ داری کے امور
تیری تربیت سے زندہ قوم کا ذوقِ شعور

پاکبازی تیرا زیور شرم ہے تیرا لباس
خدمتِ بے لوث تیری زندگانی کی اساس

مدتوں ناقص رہا ہے تیرا تعلیمی نظام
تیری خاطر ہے مگر موجود ربانی کلام

تیری عظمت کی قسم کھاتے ہیں جبریلِ امینؑ
تو ہوس کے ہاتھ کا رنگیں کھلونا تو نہیں

تو بقائے نسلِ انسانی کی ذمہ دار ہے
دستِ قدرت کا حسیں اور آخری شاہکار ہے

آ بتاؤں زیست کا تجھ کو اصولِ دلنشیں
جنتی ہے عورت سپاہی خود مگر بنتی نہیں

تو سپاہی بن نہیں سکتی کبھی اے نورِ عین
ہاں مگر آغوش میں کر سکتی ہے پیدا حسینؓ

سامنے تیرے ہیں کچھ اسلام کے زریں اصول
کافی ہے تیرے لئے اک اسوۂ بنتِ رسولؐ

کیوں تیری نسوانیت میں آگیا بیگانہ پن
تیرے شایاں ہی نہیں ہے یہ ترا مردانہ پن

جذبۂ غیرت ترا بیدار ہونا چاہیے
تجھ کو اپنا قافلہ سالار ہونا چاہیے

مقاماتِ جنوں

بارہا توڑے ہیں انساں نے غلامی کے فسوں
کیوں نہیں تیری نظر محرمِ اسرارِ دروں

آگئیں مرکزِ تعمیر پہ عالم کی حدیں
تا کجا تیرے تساہل پہ میں خاموش رہوں

کیوں تجھے پیرویٔ دیں کا نہیں ہے احساس
کیوں ابھی سیرت و کردار کی حالت ہے زبوں

نہ وہ انصار میں ایثار کے باقی ہیں نشاں
نہ مہاجر میں قناعت ہے نہ صبر اور سکوں

آج وہ دولتِ اغیار کا خود ہے محتاج
مدتوں جس کی پناہوں میں رہے ہیں گردوں

جو خودی چھوڑ کے خود ریگ کا ذرہ بن جائے
اس کو کس طرح میں شائستۂ خارا سمجھوں

آ تری زیست کی کچھ اور بڑھا دوں قدریں
آ تری عقل کو سمجھاؤں مقاماتِ جنوں

فیصلے پر ہے فرنگی کے تجھے اطمینان
تری جدّ نہ یہ گنگا ہے نہ رودِ جیحوں

تو مسلماں ہے مگر کون و مکاں تیرے ہیں
تری پرواز کی حد عرشِ معلّیٰ سے فزوں

ایوانِ حرم

ہم غلامانِ محمدؐ جس جگہ رکھ دیں قدم
بس اُسی خطہ پہ لہرا جائے اسلامی علَم

توڑ دے دل کے تراشے اور دماغوں کے صنم
تیری فطرت تو براہیمیؑ ہے اے مردِ حرم

مشرقِ وسطیٰ میں پاکستان ارضِ پاک ہے
اس میں بسنے والی امت کیوں نہ ہو خیر الامم

بہرِ تسکین مجاہد فی سبیل اللہ جہاد
ہمت و جرأت کا باعث بن گئے تیغ و قلم

آ مجاہد وادیٔ کشمیر کی جانب بڑھیں
ہیں وہاں پیکار پر مائل حق و باطل بہم

کائناتِ آب و گل بھی آج سجدہ ریز ہے
قوم کی تعمیر ہے تعمیرِ ایوانِ حرم

تیری دوری بھی غنیمت تیری قربت بھی عزیز
ایک تیری مہربانی ایک ہے تیرا کرم

میں رئیسِ عرش ہوں اور میرے نغمے ہیں کمرش
عرش اور کرسی کی عظمت رونقِ لوح و قلم

ترتیبِ کارواں

چمن کی فکر جو مقصودِ باغباں ہوتی — شہیدِ لالہ کی مٹی نہ رائیگاں ہوتی

جو تیرے نام سے تمہیدِ داستاں ہوتی — مجھے یقیں ہے کہ تکمیلِ دو جہاں ہوتی

مرے سجود سے ہوتا بلند بامِ حرم — مرے قیام سے تقویمِ آسماں ہوتی

حضورِ دوست میں ہوتی اگر مجالِ سوال — زبانِ حال پہ ملت کی داستاں ہوتی

زباں پہ صبحِ امارت کے تذکرے ہوتے — لبوں پہ شامِ غریباں کی داستاں ہوتی

یہ رہنما نہ کبھی سنگِ راہ بن سکتے — جو تیرے ذہن میں ترتیبِ کارواں ہوتی

جنہوں نے لوٹ لیا ہے سکوں زمانے کا — کبھی تو ان کے لئے زندگی گراں ہوتی

جو ہم مآلِ گلستاں پہ تبصرہ کرتے — نگاہِ نرگسِ شہلا بھی خونفشاں ہوتی

بیان کرتے یہ گلچیں کی داستانِ ستم — دہانِ لالہ و گل میں اگر زباں ہوتی

تری نگاہِ کرم سے حدودِ گلشن میں — اگر بہار نہ ہوتی تو پھر خزاں ہوتی؟

حضورِ دوست میں اک التجا ہی کافی تھی — یہ کیا ضرور تھا تفصیلِ داستاں ہوتی

سفینہ خود ہی تلاطم کی نذر کر دیتے — جو اپنے ہاتھ میں تقدیرِ بادباں ہوتی

ترے حضور میں ہوتی نصیب موت اگر
تو میری ہستیٔ فانی بھی جاوداں ہوتی

یہ چھین سکتے تھے گلچیں کا اقتدار مگر
اگر شگوفوں پہ تقدیر مہرباں ہوتی

نعرۂ حلّاج

مری انا سے نمایاں ہے نعرۂ حلاّج
مجھے ازل سے ملا ہے قلندرانہ مزاج

تری نگاہِ کرم بھی نہ چارہ ساز بنی
تری نگاہِ ستم بھی نہیں ہے میرا علاج

تو میرے ذوقِ محبت کا معترف ہے مگر
مجھے ذلیل نہ کر دے یہ بد مذاق سماج

سپہرِ نیل میں شاہین باریاب رہے
چنار و سرو سے اونچے نہ اڑ سکے دُرّاج

یہی فریبِ سیاست ہے زندگی کا حریف
اسی فریب سے ہوتی ہیں بستیاں تاراج

تو کر تلاش کہیں سے مذاقِ سوزِ الٰہ
بدل سکے نہ اگر زندگی کے رسم و رواج

مرے ربابِ سخن میں نوافگن ہے سرِشش
میں کر رہا ہوں ادا سوزِ زندگی کا خراج

حریمِ پاک کے زرپرستو خدا سے ڈرو
کہ آدمی کے لہو سے یہاں گراں ہے اناج

بنامِ امن تحفظ کی کوششیں تسلیم — مگر ہے عقدۂ لولاب تیغ کا محتاج

سرِ غیور کبھی جھک سکے ہیں اس کے حضور — ہُوا نہ مردِ قلندر کسی کا بھی محتاج

تری نگاہ میں لعل و گہر بھی پتھر ہیں — مری نگاہ سے پتھر بھی بن گئے پکھراج

ثنائے سرورِ عالم میں ہے نجاتِ نشترؔ
مرا کلام ہے توصیفِ صاحبِ معراج

نقّاش

کمالِ درد سے اہلِ وفا رہے بشّاش — روش روش پہ جراحت قدم قدم پہ خراش

ترے کرم سے غنی ہو رہے ہیں دو عالم — دل و نگاہ مرے رہ گئے مگر قلّاش

فضا خموش ہے لب بستہ خار و غنچہ ہیں — پھر آئے جاتی ہے کیوں عارضِ چمن پہ خراش

ترے تبسمِ شیریں سے لاجواب ہے برق — متاعِ لالہ و گل ہے مگر لبوں کی تراش

شعور و عدل کی آویزشیں نہ ختم ہوئیں — مجھے سکون سے رہنے نہ دے گا فکرِ معاش

بہت ہی ارزاں ہے بازیچۂ ضمیر ترا — یہ مل رہی ہے تجھے کس گناہ کی پاداش

سوادِ شرق میں بیدار غزنویت ہے — اُدھر فرنگ میں ہے نو بہ نو صنم کی تراش
ورائے سدرہ بھی جو تجھ کو مل سکا نہ کہیں — میں کر رہا ہوں اُسے دل کی خلوتوں میں تلاش
تری اذاں ہے اسیرِ فسونِ خانقہی — ہوئے نہ سرِّ بلالیؓ تری نگاہ پہ فاش

کرے گی یاد کبھی مجھ کو بھی نمرِ تاریخ
مرا قلم ہے حیاتِ دوام کا نقاش

شعورِ مصطفویؐ

اُدھر جہاں کی حکومت ہے کعبۂ مقصود — اِدھر خلیل کے پیرو ہیں آذر و نمرود
نظر نظر پہ غلاف و نیام کی بندش — نفس نفس میں ہیں تیغ و سناں پہ حصر و حدود
ٹھہر ٹھہر کہ ہے مرکز میں انتشار ابھی — سنبھل سنبھل کہ ہے لرزش میں قصرِ چرخِ کبود
تجلّیات کی دنیا عصائے موسٰیؑ ہے — تصوّرات کی دُنیا ہے سامری کا وجود
تلاشِ جبہ و دستار۔ حیلہ و منصب — یہ مفتیوں کے ہیں سجدے وہ مقتدی کے قعود
مری دعا ہے تو پائے شعورِ مصطفویؐ — یہی ہے مرکزِ انوارِ شاہد و مشہود

آفتاب ہو کے رہے

نمودِ عشق بھی رہنِ حجاب ہو کے رہے
نظامِ نو میں نیا انقلاب ہو کے رہے

وہ قوم کیوں نہ جہاں کی امام بن جائے
جو مقتدیٔ رسالتمآب ہو کے رہے

نماز وہ ہے جو بخشے تجھے حضور و سرور
وہ کیا نماز جو صرفِ ثواب ہو کے رہے

غلط نہیں ہے یہ حالات کا تقاضا ہے
کہ تیرا سوزِ نہاں التہاب ہو کے رہے

جو سانس لینا ہے منظور اِن فضاؤں میں
تو ذرّہ ذرّہ یہاں آفتاب ہو کے رہے

جگر کے زخموں کا پھر اندمال ہو جائے
خدنگِ عشق اگر کامیاب ہو کے رہے

وہ جس کے سازِ تمنّا کے ٹوٹ جائیں تار
رہینِ نالہ و چنگ و رباب ہو کے رہے

جو تیرے دل میں ہو سوزِ نہاں کی حدّت تیز
تو دل کی آہوں سے پیدا سحاب ہو کے رہے

مجھے یقیں ہے کہ حاصل ترا ہو لاحاصل
اگر خلوص و عمل کا حساب ہو کے رہے

فضائیں جاگ اُٹھیں نغمہ بار ہو دُنیا
جو سازِ دل سے میرے فیض یاب ہو کے رہے

خُدا کی شان مسلّم تھی جن کی بے خبری
ترے حضور میں وہ بار یاب ہو کے رہے

مری دعا ہے کہ روشن ضمیر ہو صوفی
فقیہہ محرمِ اُمّ الکتاب ہو کے رہے

ترے کلام سے اک دن یہ ہے اُمید شرؔ
کہ قدسیوں کے عمل کا نصاب ہو کے رہے

معراجِ آب و گل

دمیدہ ہو کے دانہ خرمنِ حاصل پہ پہونچے گا
یہ ماضی کا فسانہ اپنے مستقبل پہ پہونچے گا

عیاں دستورِ باطل کے لئے ہو تیغ اسلامی
جگر پر چوٹ آئے گی تو صدمہ دل پہ پہونچے گا

یہ جس نقطہ پہ آ کر رُک گیا ہے قافلہ تیرا
بالآخر راہزن اک دن اسی منزل پہ پہونچے گا

یہ پختہ کار ہوگا جب محمدؐ کی غلامی میں
تو پھر انساں یقیناً رتبۂ کامل پہ پہونچے گا

حدود اللہ میں جو قوم پابندِ عمل ہوگی
ستارہ اُس کا آخر اوج کی منزل پہ پہونچے گا

کبھی تو بحرِ رحمت میں تڑپ کر موج اُٹھے گی
کبھی تو یہ سفینہ دامنِ ساحل پہ پہونچے گا

جہاں ہیم تجلی ہو جہاں بیدار ہوں آنکھیں — بالآخر قافلہ تیرا اسی منزل پہ پہونچے گا
نوا دونوں جہاں میں ایک اللہ ھو کی گونجے گی — کبوتر جب حرم سے جلوہ گاہِ دل پہ پہونچے گا
اگر تو تیغِ ذوقِ زندگی کو تیز تر کر دے — تو خود تارِ گلو کٹ کر درِ قاتل پہ پہونچے گا

منازل ختم کر کے اے اثرؔ تخریبِ ہستی کی
غبارِ کارواں معراجِ آب و گل پہ پہونچے گا

شوخیٔ تحریر

تری آہِ سحر گاہی جو پُر تاثیر ہو جائے — مرتب از سرِ نو عالمِ تقدیر ہو جائے
اگر شوقِ شہادت تیرا دامنگیر ہو جائے — بہت ممکن ہے زندہ اسوۂ شبیرؓ ہو جائے
ترا سینہ تو اسرار و حقائق کا خزینہ ہے — تری توہین ہے جو راز کی تشہیر ہو جائے
ہو شاید پردۂ ظلمات ہی میں چشمۂ حیواں — نظر ہو کیمیا تو خاک بھی اکسیر ہو جائے
اگر حسنِ عمل تیرا ہو پیرو دینِ فطرت کا — زمیں آئینہ بن جائے فلک تصویر ہو جائے
دعا ہے شش جہت میں لا الٰہ کی حکمرانی ہو — دعا ہے کعبۂ توحید پھر تعمیر ہو جائے

مسلماں شرع و آئینِ محمدؐ کا مفسر ہو
مسلماں آیۂ تسخیر کی تفسیر ہو جائے

مسلماں انجمن در انجمن حلقہ بہ حلقہ ہیں
اگر مل جائیں یہ حلقے تو اک زنجیر ہو جائے

نمایاں حرب و ضربِ عشق میں تیغِ رسالت ہو
مسلمانوں کا غزوہ غزوۂ تطہیر ہو جائے

لرز اٹھیں گے پھر ایوانِ مشرق اور مغرب کے
مجاہد کا بلند اک نعرۂ تکبیر ہو جائے

مری دانست میں ذوقِ عمل بھی اک عبادت ہے
توقع ہے کہ تیرا خواب ہی تعبیر ہو جائے

ترا تقویٰ ہو مستحکم ترا دیں عینِ وحدت ہو
نہ کیوں پھر دور دل سے خوفِ دار و گیر ہو جائے

بہت بے باک ہے اعلائے حق میں اے اثرؔ تو بھی
کہیں مجرم نہ تیری شوخیِ تحریر ہو جائے

مقاماتِ آہ و فغاں

یہی ہے تری وحدت و کبریائی
کہ ذرّوں کو ہے آج زعمِ خدائی

نہ احساسِ ہستی نہ ادراکِ ہستی
نہ امن آشنائی نہ کشور کشائی

نہ معیارِ سیرت نہ حسنِ مروّت
نہ ذوقِ شہادت نہ تیغ آزمائی

ابھی ہو رہی ہے بیاباں میں رسوا — خیابانِ ملّت کی رنگیں قبائی
ابھی آسمانوں پہ لرزاں ہیں تارے — ابھی تک مقدر میں ہے نارسائی
جمود آشنا ہے ابھی تک مسلماں — ابھی ہے حرم میں بتوں کی خُدائی
ابھی تک ہے آئینِ قرآں معطل — ابھی ہے کلیسا کی فرماں روائی
ابھی پائے ساقی پہ ہی جھک رہا ہے — مسلماں کا خرقۂ پارسائی
ابھی شامِ غربت میں ہے کارفرما — امارت کا خونخوار دستِ حنائی
"کلب" میں ابھی رقص کرتی ہے دولت — ابھی موٹروں میں ہے نغمہ سرائی
ابھی تک دھوئیں میں سگاروں کے گُم ہے — غریبوں کی آہ و فغاں اور دُہائی
لہکتا ہے بیگم کا رنگیں غرارہ — چمکتی ہے محفل میں شوہر کی ٹائی
وہی سازشیں ہیں وہی رشوتیں ہیں — وہی ووٹ کے واسطے ہے گدائی
وہی ناخداؤں کو ساحل سے نفرت — وہی ہے نہنگوں کے ساتھ آشنائی
وہی مرحلے ہیں وہی منزلیں ہیں — وہی راہزن بر سرِ رہنمائی
غرض اس فضا میں خدائے محمدؐ — سبھی کچھ ہے لیکن نہیں مصطفائیؐ

مگر تا کجا یونہی ہوتا رہے گا
مورّخ اسے دیکھ کر کیا کہے گا

مشورہ

کل کہہ رہے تھے مجلسِ اقوام کے مشیر
امنِ جہاں کی انجمن آراستہ کرو

جمہوریت کے نام پہ ڈوبیں گے ناخدا
مشرق کے بادباں کو سپردِ خدا کرو

چی آنگ کائی شیک ہے مہرہ پٹا ہوا
نہرو کو ایشیا کی قیادت عطا کرو

جاپان بڑھ نہ جائے تجارت میں دیکھنا
بھارت کی منڈیوں سے کوئی فیصلا کرو

اعرابیوں کے سر پہ مسلّط رہیں یہود
اُردن کے "صادقوں" کو مگر ہمنوا کرو

محتاج ہی رہیں ابھی یورپ کے پاک و ہند
یوں حُرّیت کا حقِ محبت ادا کرو

اس کاروانِ پاک کے پاؤں نہ جم سکیں
ایسا کچھ اختیار نیا راستا کرو

اس کو ڈراؤ روس کی سرحد قریب ہے
کشمیر کا مگر نہ کوئی فیصلا کرو

اس کا نظامِ خارجی رہنِ فرنگ ہو
اسلامیوں کے درد کی ایسی دوا کرو

منصوبہ و وفود میں الجھی رہے یہ قوم
اِس کو خودی سے اس طرح ناآشنا کرو

قبضہ رہے برآمد و آمد پہ بھی ضرور
گم گشتگانِ راہ کو پھر رہنما کرو

ہاں ختم ہو نہ جائے مراعات کا وجود
برطانوی مفاد کی نشو و نما کرو

وابستہ ہیں حجاز سے اس کی عقیدتیں — مرکز سے اس کا حسنِ تصور جدا کرو
اک بار پھر بلاؤ لیاقت کو بوسٹن — کبر و غرور میں نئی پیدا ادا کرو
رعنائیاں جو دشت و چمن پر بکھیر دے — وہ حسن ہر نقاب سے جلوہ نما کرو

مذہب کا ارضِ پاک میں اچھا نہ ہو سکے
راز اس پہ کائنات کا افشا نہ ہو سکے

بے تابیاں

نوائے شوق میں ہے شعلۂ اثر بے تاب — مرے سجود کی خاطر حرم کے در بے تاب
کسی کی گرمِ نگاہی کا کیوں رہے محتاج — ترے حضور میں ہو جائے دل اگر بے تاب
سکون و ضبط نشیمن پہ ہو گیا قانع — وگرنہ مرغِ حرم کے تھے بال و پر بے تاب
تو سنگ ریزوں کا خواہاں ہے اور تیرے لئے — صدف کے قالبِ نازک میں ہیں گہر بے تاب
تلاشِ جادۂ منزل کا معترف ہے ضمیر — ہے راہرو کی تمنا میں رہگزر بے تاب
فضائے نور میں گو تیرگی ہے پوشیدہ — مگر خزینۂ شبنم میں ہیں گہر بے تاب

ستم شعار زمانے کی چیرہ دستی سے — قدم قدم ہے گریزاں نظر نظر بے تاب
بساطِ چرخ پہ تارے ہیں لرزہ براندام — جبینِ شوق پہ ہے جلوۂ سحر بے تاب
نسیمِ صبح سے سنبل کی زلف برہم ہے — مآلِ نرگسِ شہلا سے ہے نظر بے تاب
مرے لبوں پہ حدیثِ غم و الم کی تڑپ — ہے زیر و بم کی تمنّا میں نغمہ گر بے تاب
ٹھہر ٹھہر ابھی دل کا نہ راز کر افشا — ہے ذہنِ عالمِ امکاں میں اک خبر بے تاب
ہیں میرے ذکرِ محبت پہ سیخ پا عالم — کیا ہے سوزِ محبت نے اس قدر بے تاب
ہجومِ سرو و سمن مضطرب ہے گلشن میں — شجر شجر ہے پریشاں ثمر ثمر بے تاب
اُدھر کرم کے لئے رحمتیں نری بے چین — اِدھر گناہ کی خاطر مرے ہنر بے تاب

غرض ہیں صنعت و صانع اسیرِ بے تابی
کہیں ہے تشنہ لبی اور کہیں ہے سیرابی

حجابِ شبنم

ربابِ ہستی ہے نغمہ پیرا نگاہیں دل کی پیام بر ہیں — حقیقتیں بن گئیں فسانہ مجاز اپنے شباب پر ہیں

ضمیرِ امواجِ بحرِ ہستی ہے سنگریزوں سے خود گریزاں
وگرنہ تارے ہیں مات جن سے صدف کے قالب میں وہ گہر ہیں

شعورِ انساں پہ منحصر ہیں شعور و انسانیت کی قدریں
رموزِ کونین کے معلّم رموزِ فطرت سے بے خبر ہیں

شعاعِ خورشید میں ہی روحِ نسیمِ گلشن تڑپ رہی ہے
حجابِ شبنم میں چھپنے والے نگاہیں تاروں کی باخبر ہیں

فضائے کون و مکاں ہے کس کی تجلیوں سے ضیا بداماں
یہ میں نے مانا کہ طور و فاراں پہ تیرے جلوے ہی جلوہ گر ہیں

حریمِ ارض و سما کے دل پر کرے جو اسرار فاش تیرے
اُسی کے ہمگام ہیں فرشتے اُسی کے جبرئیل ہمسفر ہیں

نہ وہ چمن ہیں نہ وہ فضائیں مگر بایں انقلابِ ہستی
جلا دیئے تھے جنہوں نے خرمن وہ بجلیاں میری شاخ پر ہیں

تجلّیوں نے مشاہدے میں دیا ہے تیری نظر کو دھوکا
وگرنہ میرے خیال وجہِ فروغ و آرائشِ ہنر ہیں

یہ کاوشِ نَو بہ نَو مجالِ ثبات سے آشنا نہیں ہے
کئی خلائیں ہیں دل میں جن کی نہایت و انتہا نہیں ہے

فیضِ سوزِ خودی و ایقاں سے
ایک آہو بھی شیر بیشہ ہے

میرا شیوہ محبت و ایثار
میری فطرت خلوص پیشہ ہے

خودی

لالہ اگر بہار میں رنگیں قبا نہ ہو — یوں خوش خرام باغ میں بادِ صبا نہ ہو

مانندِ برق پھونک دے خاشاکِ گلستاں — کیا ہو نہ جانے باغ میں کل اور کیا نہ ہو

معمورۂ جہاں تہیں ہنگامہ آفریں — نکہت کا قافلہ ہی کہیں رُک گیا نہ ہو

کشتی کو غرق ہونے دے آنکھوں کے سامنے — منت پذیرِ کشمکشِ ناخُدا نہ ہو

وہ شعلہ زن ہو صاعقۂ طور کی طرح — پھر بھی مذاقِ دید سے تو آشنا نہ ہو

تیرا مقام خلد و ارم سے بھی ہے بلند — جنت کے واسطے کبھی محوِ دعا نہ ہو

تو قافلہ پسند ہو توہین ہے تری — راہی وہ کیا جو قدسیوں کا رہنما نہ ہو

تیری جبین کو عار ہو جھکنے میں اس قدر — ہو ان کا آستاں بھی تو سجدہ روا نہ ہو

وہ چاند بحرِ ہست میں کیا پائے بجز رو مد — جو چاند اپنی منزلیں خود جانتا نہ ہو

ہو جستجو حدود و تعین سے ماورا — منزل سے اُس طرف ہی نیا راستا نہ ہو

بادِ صبا کے دوش پہ گر ہو تری اڑان — عرشِ بریں ہو سامنے تحت الثریٰ نہ ہو

وہ پا شکستہ ہو جو کسی کارواں میں محو — اس منزلِ حیات میں جو تیز پا نہ ہو

کیوں حسن عشق کے لیے خود ہو نہ بیقرار — کیوں عشق میں بھی مسلکِ مہر و وفا نہ ہو
یہ التفات و لطف و کرم اپنے پاس رکھ — منت پذیر ہو ترا جس کا خدا نہ ہو
روشن ہو دیدۂ مہ و انجم بھی کس طرح — شعلہ تری فغاں کا جو ظلمت ربا نہ ہو

تیری خودی کا یہ ہے تقاضا کہ اے اثر
جنت میں تیرے ساتھ کوئی ہمنوا نہ ہو

طاؤس و مزامیر

یہ مردِ مسلمان کا ہے غزوۂ تطہیر — اک ہاتھ میں قرآن ہے اک ہاتھ میں شمشیر
دیتا ہے تو تیغ گواہی یہ خدا کی — ہے اس کا چلن پیروی خالدؓ و شبیرؓ
یہ ہوتا نہیں غیر کی تفصیل کا محتاج — ہے اس کا عمل سورۂ اخلاص کی تفسیر
ہیں اس پہ عیاں جوہرِ فطرت کے مظاہر — یہ مقصدِ اسرارِ الٰہی کی ہے تفسیر
ہے فقر و غنا پر ہی مدار اس کے عمل کا — کر لیتا ہے گو ارض و سموات کو تسخیر
ہمت کا دھنی صادق و بے باک قوی دل — پابندِ رضا جذبۂ ایثار کی تصویر

کافر کو فقط قوتِ بازو پہ بھروسہ | مومن ہے توکلت علی اللہ کی تفسیر
کافر ہے تو ہر ذرّہ کا محتاج جہاں میں | مومن ہے جہاں دار و جہاں بان و جہانگیر
جب تیغ بکف اور زرہ پوش ہو غازی | اک وار میں کٹ جاتی ہے محکومی کی زنجیر
میداں میں نکلتا ہے سپاہی جو خُدا کا | گونج اٹھتا ہے آفاق میں اک نعرۂ تکبیر
حُب اس کی پئے حق تو بغض اس کا پئے حق | مومن کی کشاکش میں نہ تخریب نہ تعمیر
کل حضرتِ یزداں سے فرشتوں نے یہ پُوچھا | ہے کس کی فغاں میں اثرِ نالۂ شبگیر
طاغوت جُھکے جاتے ہیں جبروت کے آگے | کیوں آج ہے پھر زیر و زبر عالمِ تقدیر

مومن ہے تو کر پیرویٔ طارقؓ و شبیرؓ
کام آتے نہیں بربط و طاؤس و مزامیر

انسان کی معراج

تقویٰ کی بلندی میں ہے انسان کی معراج
تاروں کی فضاؤں میں ہے شاہیں نہ کہ درّاج

اخلاص و عمل ہیں ترے تاثیر کے موجد
لیکن ہیں دعائیں تری تاثیر کی محتاج

پنہاں ہے دعاؤں میں بھی تحقیر کا پہلو
یہ جوہرِ ذاتی کا بھی کر دیتی ہیں اخراج

گو ہمتِ عالی ہے تری فکر کی مہمیز
اخلاص و عمل ہیں مگر انسان کے سرتاج

بے مانگے غلاموں کو تو مل جاتے ہیں کونین
اور مانگے سے ہے فطرتِ آزاد بھی تاراج

درویشِ جواں مرد کا محتاج زمانہ
اور شاہ ہے تخت و سپاہ تاج کا محتاج

ناقص ہو اگر جذب تو ہے لعل بھی پتھر
کامل ہو اگر جذب تو پتھر بھی ہے پکھراج

ہیں بحرِ پُرآشوب میں گوہر بھی صدف بھی
غوّاص نہیں کشتی و ملّاح کا محتاج

افسوس مسلماں کی ہے یہ کارگہِ فکر
یا قلّتِ اخلاق ہے یا کثرتِ ازواج

اک ولولۂ شوق ترا سوزِ نفس ہے
اس راز کو سمجھے نہ مگر شبلیؒ و حلّاجؒ

خارا شگاف

اگر ہے دہر میں ناپید چشمۂ شفاف
تو پھر ہے بندۂ مومن کی ضربِ خارا شگاف

اُسے نصیب ہو پھر درجۂ براہیمیؑ
کرے جو کعبۂ توحید کا بشوق طواف

زمانہ تیرا مخالف ہے اس کی کیا پروا
ترا خدا تو ترے عزم کے نہیں ہے خلاف

اُدھر فرنگ کی صنعت طلسمِ رستاخیز
اِدھر مجاہدِ مشرق ہے محوِ لاف و گزاف

خُدا نے تجھے ہی حقیقت کی معرفت بخشی
نفس نفس پہ ہے بندش نظر نظر پہ غلاف

ہو تیرے مصرعِ اوّل کی کس طرح تقطیع
خلافِ بحر ہیں تیرے حروف اور زحاف

تری نگاہ میں طرزِ جدید کا ہے شکوہ
قدم قدم پہ ہے پامال عظمتِ اسلاف

گرے جو اشک زمیں پر ہو درد کی تصویر
فلک پہ ٹوٹے ستارہ تو ہو جگر میں شگاف

میں تیری شانِ رحیمی کی کر نہ دوں تشہیر
خطائیں ملّتِ بیضا کی کردے خود ہی معاف

الزامِ یک نگاہ

الزامِ یک نگاہ لئے جا رہا ہوں میں — اللہ کو گواہ کئے جا رہا ہوں میں
درویشِ بے گلیم کو دے کر قلندری — تیمور کو کلاہ دیئے جا رہا ہوں میں
تو کاروانِ شوق کا منزل طراز ہے — ہمراہ اک سپاہ لئے جا رہا ہوں میں
ہر موجۂ سراب کو اے ناخدائے عشق — اک سیلِ بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
تاروں کو کی ہے حسن نے تابندگی عطا — ذرّوں کو مہر و ماہ کئے جا رہا ہوں میں
شرمندہ ہوں نہ حشر میں تیری نوازشیں — دانستہ اک گناہ کئے جا رہا ہوں میں

دامن میں بھر کے خاکِ رہِ مصطفٰےؐ اثرؔ
اک گنجِ بے پناہ لئے جا رہا ہوں میں

مردِ مومن

مردِ مومن در جہانِ کارزار — سخت کیش و سخت کوش و سخت کار

مردِ مومن کی نظر دل کی کشاد   ظرفِ مومن فطرتاً عالی نہاد

مردِ مومن کا عمل پیہم عمل   اس کی ہیبت سے لرزتی ہے اجل

مردِ مومن بے نیاز و بے ریا   دِل نواز و دِلستان و باصفا

مردِ مومن کاشفِ اسرار ہے   یہ مجسم سیرت و کردار ہے

مردِ مومن مطلعِ فکرِ بلند   باخبر بیدار مخلص دردمند

مردِ مومن پیکرِ مہر و وفا   دلنوازی میں تحمّل آشنا

مردِ مومن زیرک و بالغ نظر   خودشناس و خودنواز و خودنگر

مردِ مومن استوار و پختہ کار   باتوانائی بازو روزگار

مردِ مومن باوقار و شادکام   نغمۂ شیریں ہے مومن کا کلام

مردِ مومن کی غذا نان و سویق   مردِ مومن کا لقب مردِ شفیق

مردِ مومن تشنۂ آبِ طہور   باحضور و قلبِ زندہ فی الصدور

مردِ مومن زیست کا نباض ہے   کذب و باطل کیلئے مقراض ہے

مردِ مومن صاحبِ خلقِ عظیم   بادلِ پُرسوز با عزمِ صمیم

مردِ مومن کا نفس سازِ ثبات   اس کا نغمہ ہے ربابِ کائنات

مردِ مومن ہے کتابِ آخرین   اس لغت میں حرف ناممکن نہیں

مردِ مومن صاحبِ سیف و قلم — بزم و رزم دو جہاں میں محترم

مردِ مومن فاتحِ کون و مکاں — کوہ اس کی ضرب سے لرزہ بجاں

مردِ مومن زندگی کا ساز و برگ — رازدارِ زیست واقف کارِ مرگ

مردِ مومن نرم طبّاع و ذہین — باشعور و با اصول و بایقین

مردِ مومن ہے شکوہِ ھل اتیٰ — عشق شیوہ بندۂ صبر و رضا

مردِ مومن خادمِ ملک و ملل — پاسبانِ مکتب و علم و عمل

مردِ مومن موت سے ڈرتا نہیں — چھپ تو سکتا ہے مگر مرتا نہیں

مردِ مومن زندہ و پائندہ ہے — اس کا ہر نقشِ قدم تابندہ ہے

مردِ مومن کی متاعِ بے بہا — کوزۂ گل اور دیدہ بوریا

مردِ مومن حاملِ تیغ و کتاب — رمزِ شرحِ آیۂ حسن المآب

مردِ مومن داعیِ پیغامِ حق — ہے نظامِ حق یہی صمصامِ حق

مردِ مومن باعثِ تکریم ہے — جلوۂ شبیرؓ و ابراہیمؑ ہے

مردِ مومن نائبِ پیغمبرؐ ہے

ہستی اُس کی بالائے ہر بالا تر ہے

غازی محمدؒ بن قاسم

عرب سے قافلہ نکلا تھا اک صحرا نشینوں کا
شہیدوں غازیوں کا حق پسندوں کا امینوں کا

کہیں وہ خرمنِ باطل پہ بن کر رعد کوندا تھا
کہیں اس نے عجم اور روم کے شہروں کو روندا تھا

اِدھر ہندوستاں کی ایک بندرگاہ دیبل پر
تھا اک فرمانروا مغرور و سرکش نام کا داہر

عرب تجارِ لنکا سے تجارت کے جہازوں پر
عرب کو جا رہے تھے دے دیا تقدیر نے چکر

وہ ٹھہرے ساحلِ دیبل پہ سستانے کی نیّت سے
انہیں شبخون مارا شب کو داہر نے شرارت سے

خبر پہنچی خلیفہ کو کہ اب نرغے میں بیڑا ہے
اور اک روباہ نے اسلام کے شیروں کو چھیڑا ہے

خبر سُن کر پڑی ہلچل سی دربارِ خلافت میں
کہ اک ظالم کی سرکوبی ضروری تھی شریعت میں

کیا پھر منتخب شہ نے محمدؐ ابنِ قاسمؓ کو
اسی کمسن مجاہد اور غازیٔ معظّم کو

ابھی سترہ بہاریں بھی نہ گذری تھیں کہ گلشن پر
مہم دشوار و مشکل تر پڑی اک ناگہاں آ کر

وہ اک بانکا سجیلا نوجواں شہکارِ پامردی
سلاحِ جنگ سے آراستہ پیمانِ ہمدردی

وہ اک درویش جس کا بوریا تھا تخت پر بھاری
ملی تھی جس کو آغازِ جوانی میں ہی سالاری

فلک روزِ ازل سے محوِ نظارہ رہا اب تک
مگر اس نے کہیں ایسا سماں دیکھا نہ تھا اب تک

محمد ابنِ قاسم پر جو حسنِ سرمدی دیکھا
شکوہِ خالدؓ و طارقؓ جلالِ حیدریؓ دیکھا

مجسم عزم و استقلال و اعزازِ خود آرائی
وہ جانباز و دلاور صاحبِ زور و توانائی

کلیدِ بابِ نصرت تاجِ حریت کا شہزادہ
بقا کا حسرتی ذوقِ شہادت کا وہ دلدادہ

وہ مردِ صف شکن کر کے صفیں کفار کی برہم
بڑھا جب سر بکف سینہ سپر اسلام کا ضیغم

تو صبحِ رزم میں پیدا ہوئی اک خون کی سرخی
عبارت بزمِ ایماں میں بنی مضمون کی سرخی

وہ ساحل کوثر و تسنیم کا اور موجِ زمزم کی
وہ اک شمشیرِ براں صرف جو حق کے لیے چمکی

وہ مسلم جس کا مشرب سرفروشی حق شعاری تھا
وہ مومن جس کا مذہب جانفشانی جاں سپاری تھا

وہ اک مردِ جواں بخت و جواں ہمت و گراں مایہ
مثالِ آب اُٹھ کر ریگ زارِ سندھ پر چھایا

رہِ امن و سکوں کی ایک منزل عزم کا دھارا
بڑھا رہوارِ ہمت تازیانہ شوق نے مارا

ملی کچھ فوج کچھ تیغیں کمانیں اور کچھ تازی
چلا اس ساز و ساماں سے سوئے ہندوستاں غازی

رجز پڑھتا گرجتا جھومتا ذکرِ خدا کرتا
وفورِ جوش میں جنگ آزما ہوتا دعا کرتا

سمندر چیرتا یلغار کرتا کودتا آیا
بڑھا منزل بہ منزل ساحلِ دیبل پہ غرّایا

اُدھر راجہ بھی اپنی فوج کو میداں میں لے آیا
محمد ابنِ قاسمؓ میمنہ و قلب پر چھایا

اِدھر ہندی سپہ تھی فیل تھے اور لاؤ لشکر تھا
اِدھر تھے کچھ عرب اور زادِ راہ اللہ اکبر تھا

پڑا گھمسان کا رن اور بھاگا کفر کا لشکر
ہوا ان بھاگنے والوں میں شامل آپ بھی داہر

دیارِ سندھ میں یوں دم بدم بڑھتی رہی فوجیں
کیا کرتی نہیں استقبال ان کا سندھ کی موجیں

اُدھر غازی نے فتح کرلی دیبل کی زمیں ساری
کیا زیریں علاقے میں نظامِ اسلام کا جاری

کمک پہنچی نئے سر سے ادھر داہر کو راجوں کی
کہ یہ اک متحد کوشش تھی سارے سندھ والوں کی

مقابل پھر ہوئے اک مرتبہ رن میں حق و باطل
ہوئے اس جنگ میں پنجاب کے فرمانروا شامل

یہ حملہ آخری بھی سندھیوں کا جارحانہ تھا
مگر اسلامیوں کا یہ عمل بھی مصلحانہ تھا

کیا حملہ جوابی غازیوں نے جوش میں آکر
تو بھاگی فوجِ اعدا جنگ میں مارا گیا داہر

غرض سر ہو گیا سندھ ابنِ قاسمؒ کی شجاعت سے
یہاں اسلام پھیلا اس کی ہمت اور جرأت سے

مؤرخ نے لکھا ہے اس کو اس میدان کا فاتح
عرب کا اک مجاہد بابِ پاکستان کا فاتح

جمال الدین افغانیؒ

مسلط مشرق و مغرب پہ تھی آشفتہ سامانی
نہاں تاریکیوں میں تھی حقیقت کی درخشانی

مدبر ایک آخر کار مشرق نے کیا پیدا
وہ فخرِ ایشیا یعنی جمال الدین افغانیؒ

وہ چنگاری کہ جس نے پھونک ڈالا خرمنِ باطل
وہ درویشی کہ جس کے نام سے خائف تھی سلطانی

عرب کا اور عجم کا ایک مسلک کر دیا جس نے
مگر خود بے وطن رہ کر رہا صرفِ پریشانی

وطن اور قوم کے بُت توڑ کر ثابت کیا جس نے
یہی ہے بندۂ مومن کی تخیئلِ مُسلمانی

خطیب ایسا کہ تھا تقریر میں زورِ مسیحائی
ادیب ایسا کہ تھا جس کا قلم تیغِ صفاہانی

نظر ایسی کہ دل کے سات پردے چھید جاتی تھی
جلال ایسا کہ جُھک جاتی تھی فرعونوں کی پیشانی

اٹھا اک شور جب اس نے صلائے سرفروشی دی
ہوا اک حشر برپا کی کچھ ایسی شعلہ افشانی

وہ نقشِ اوّلیں اقبالؒ کے زورِ تخیل کا
وہ پہلا مشرقی تحریکِ پاکستان کا بانی

سلطان ٹیپوؒ

کنارِ سُودکا ویری پہ کل تقدیر لے آئی
تڑپ کر موج اُٹھی اور سرِ ساحل سے ٹکرائی

نمایاں تھی کناروں سے اُدھر فطرت کی پہنائی
اِدھر دریا کی لہروں کو ملی تقدیرِ گویائی

مخاطب یُوں کیا مُجھ کو کسی نے قعرِ دریا سے
ادب اے شوقِ نظارۂ ماضی کے تمنائی

کنارے پر مرے مردِ مجاہد ایک سوتا ہے ۔۔۔ ملائک کر رہے ہیں جس کے در پر ناصیہ سائی
اسی روضہ پہ ہوتا ہے نزولِ رحمتِ باری ۔۔۔ برستی ہے سرنگاپٹم پر جنت کی رعنائی
زمانہ سینکڑوں ہی کروٹیں بدلے گا صدیوں تک ۔۔۔ یہ فطرت مدّتوں کرتی رہے گی چارہ فرمائی
مگر ایسا مجاہد پھر نہ شاید ہو سکے پیدا ۔۔۔ وہ جس کی تیغ سب سے پہلے افرنگی سے ٹکرائی
عبارت ہے لہو سے اس کی بربادی کا افسانہ ۔۔۔ ملا ہنگامۂ خونیں کو سامانِ پذیرائی
اٹھایا اس نے جس دم کشتیٔ اسلام کا لنگر ۔۔۔ تو یورپ کے نہنگوں کی تڑپ کر روح تھرائی
امیرِ کارواں اسلامیوں کے دَورِ سطوت کا ۔۔۔ رہا ناکامِ منزل گو بوقتِ جادہ پیمائی
وہ جس کے کارناموں پر شجاعت فخر کرتی ہے ۔۔۔ عزیمت بارہا کردار پر جس کے ہے اترائی
وہ مومن جس کو اک غدّارِ ملّت سے گیا دھوکا ۔۔۔ وہ غازی جس کی تیغِ خوں چکاں نے لے کے انگڑائی
نظامِ عالمِ باطل کیا اک ضرب سے برہم ۔۔۔ جلالِ رزم سے جب حُرّیت نے زندگی پائی
ملائک محو تحمد تھے اور فضا میں حشر برپا تھا ۔۔۔ کچھ اس انداز سے کی نوجوانوں نے صف آرائی
صدا اہلِ من مبارز کی جو نکلی نطقِ غازی سے ۔۔۔ تو ہیبت سے لرز اُٹھے سب ایوانِ کلیسائی
نہیبِ حشر بن کر چھائی اس کی ہیبت و صولت ۔۔۔ نہ تھا احساس ہی باقی نہ تمیزِ من و مانی
جو سیفِ ہند لہرائی فصیلِ قلعہ پر آکر ۔۔۔ ہلاکت چار سو پھیلی بڑھی ہنگامہ آرائی
لگے کشتوں کے پشتے کارزارِ کفر و ایماں میں ۔۔۔ نوائے صور گونجی اور بجی فطرت کی شہنائی

وہ ذرّہ تھا مگر ٹکرا گیا کہسارِ باطل سے
وہ قطرہ تھا مگر دی دیدۂ انجم کو بینائی

وہ وحدت کا فسانہ جو صلیبوں کی زباں پر تھا
وہ ہیبت جس کی تھی نصرانیت کے قلب پر چھائی

وہ سیلابِ خودی جو بڑھتے بڑھتے رُک گیا آخر
وہ آزادی کا گلشن اور خزاں کی رزم آرائی

وہ غمخوارِ وطن وہ عزم اور ایثار کا پیکر
مہذب باخدا، موجد، سیاست دان و انشائی

سراپا ہمت و جرأت وہ اک شہکارِ شہ زوری
مجسّم عزم و استقلال وہ یکسر توانائی

گوارا خاک و خوں سے کھیلنا بھی کر لیا اس نے
غلامی کی نہ اک ساعت مگر اس کو پسند آئی

سرِ خود دار اُس کا کٹ گیا لیکن نہ خم آیا
وہ خود بھی مٹ گیا لیکن نہ کی منظور پسپائی

کٹایا سر نہ حرف آنے دیا ملت کی عزت پر
فدا ملت پہ آخر ہو گیا ملت کا شیدائی

وہ بادل کی گرج نکلی جو توپوں کے دہانوں سے
وہ بجلی کی چمک جو تیغۂ غازی پہ لہرائی

وہ ہمسر غزنوی کا وہ صلاح الدین کا پیرو
جلالِ خالدؓ و طارقؒ شکوہِ تابِ دارائی

وہی میسور کا ضیغم وہی اسلام کا غازی
اسی کے خون سے تحریکِ آزادی ہے لہرائی

وہی سلطان ٹیپو تھی مسلّم حیدریؒ جس کی
شہادت میں شہیدِ کربلاؓ کی تاب افزائی

ذبیح اللہ کی سنت یہ کہہ کر کر گیا زندہ
کہ لا موجود الا ھو میں ہے مومن کی گیرائی

ہے اس کا قول گیدڑ کی حیاتِ جاودانی سے
"وہ شیر اچھا ہے جس نے مہلتِ یک روزہ ہی پائی"

اقبالؒ

مسجدِ شاہی میں کر کے سجدۂ اطاعت ادا
میں مزارِ حضرت اقبالؒ پہ حاضر ہوا

وہ حکیمِ ایشیا وہ شاعرِ گردوں وقار
اب زیارت گاہِ خاص و عام ہے جس کا مزار

خالقِ شعر و ادب پیغمبرِ رازِ خودی
اس نے بخشا بے خودی کے سوز کو سازِ خودی

وہ نقیبِ ارتقا وہ داعیٔ پیغامِ حق
حاملِ اسرارِ فطرت مہبطِ الہامِ حق

اس کا موضوعِ سخن حرفِ الٰہ کی برتری
اس کی رمزِ شاعری "جزویست از پیغمبری"

عظمتِ یزداں پہ پھینکی اس نے ہمت کی کمند
فکرِ تازہ سے شناسا کر دیئے رجعت پسند

محنتِ مزدور کو بخشے نئے فکر و قیاس
خوشۂ گندم سے دہقاں کو کرایا روشناس

مطلعِ مشرق کا مہرِ ضوفشاں خورشیدِ نَو
اس نے باندھی نظمِ ملّت کے لئے تمہیدِ نَو

اس نے ہی بخشا تخیّل ارضِ پاکستان کا
جس کا پس منظر تھا دستورِ عمل قرآن کا

رفتہ رفتہ وہ تخیّل پیکرِ کامل بنا
پیکرِ کامل وہی پھر زیست کا حاصل بنا

نقشِ پاکستان ہے اقبال کا شعرِ جمیل ۔۔۔ ایک شہکارِ حسیں اور ایک تصنیفِ جلیل
عمر بھر کوشاں رہا توقیرِ ملّت کے لیے ۔۔۔ اُس نے برسوں فکر کی تعمیرِ ملّت کے لیے
ارضِ پاکستان اس کے خواب کی تعبیر ہے ۔۔۔ اس کا پیغامِ عمل پیغامِ عالم گیر ہے
وہ زعیمِ حق نگر وہ کاشفِ سرِّ نہاں ۔۔۔ نوعِ انساں کا معلّم نازشِ اسلامیاں
وہ امامِ وقت عالی مرتبت گوہر صفات ۔۔۔ "عمرہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات

تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید برُوں"

مَیں اِس پیش و پسِ منزل پہ سر دھنتا رہا ۔۔۔ خامشی میں ہلکی ہلکی اک صدا سُنتا رہا
اے مسافر کر ذرا رفتارِ ہستی پر نظر ۔۔۔ سوچ اپنا فرض لفظِ زندگی پر غور کر
حکمتِ اِسلام تیرا مستقل مضمون ہے ۔۔۔ تیرا فکرِ شعر میرے سوز کا ممنون ہے
روشنی کے ساتھ کچھ تاریکیاں رکھتا ہے تو ۔۔۔ آہ کیوں دُکھتی رگوں پر انگلیاں رکھتا ہے تو
میرے نغمے گونجتے ہیں ریڈیو کے ساز پر ۔۔۔ قوم سر دُھنتی ہے میرے شعر کے اعجاز پر
لذّتِ منزل سے لیکن کارواں محروم ہے ۔۔۔ فلسفہ و شعر و حکمت کا اثر معدوم ہے
جنبشِ تیغ و سناں ہے زندگانی کا نصاب ۔۔۔ ہو گیا ہے شعر میرا نذرِ طاؤس و رباب
قصرِ حُرّیت کی ہے خونِ مجاہد پر اساس ۔۔۔ نکتۂ جہد و عمل سے ہے مسلماں ناشناس
وقت کی قدریں بدل دیتا ہے الہامی نظام ۔۔۔ عالمِ فانی میں ہے سوزِ مسلسل کو دوام

چھن گئی چشمِ بصیرت سے مگر دیدہ وری
یہ شراب و شاہد و موسیقی و صورت گری

ایک گہری طنز ہے اقبالؒ کی تعلیم پر
خندہ زن ہے ریگِ صحرا موجۂ تسنیم پر

ملتِ بیدار کا دستور ہے جہد و ستیز
آج اس دستور سے ہے ملک و ملت کو گریز

میں نے ہر کنجشک کو عرفانِ شہبازی دیا
بربطِ خاموش کو ذوقِ سخن سازی دیا

محنت و سرمایہ کو ایثار پیشہ کر دیا
اور غزالانِ حرم کو شیرِ بیشہ کر دیا

میں نے محکوموں کو بخشے کجکلاہی کے طریق
میری ملت ہے ابھی تک رنگ و رامش میں غریق

میں نے نغماتِ حجازی میں دیا درسِ ثبات
"عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات

تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں"

تکبیر میں نہاں ہے سلامِ اقبالؒ
فطرت کی زباں پہ ہے پیامِ اقبالؒ

تو رعد کو قمری کا ترانہ نہ سمجھ
شاہینوں کا ورد ہے کلامِ اقبالؒ

جولاں ہے فضاؤں میں سمندِ اقبالؒ
تاروں سے بھی آگے ہے زقندِ اقبالؒ

اقبالؒ گل و لالہ کا نخچیر نہیں
یزداں پہ بھی پڑتی ہے کمندِ اقبالؒ

اقبالؒ

صبح دم تھا سازِ فطرت جب نوا ریزِ جمال — لے گیا مجھ کو سرِ عرشِ بریں میرا خیال

بارشِ نورِ سحر کا ہو رہا تھا اہتمام — اور بامِ عرش پر اقبالؒ تھے محوِ خرام

دیکھ کر روئے منوّر حضرتِ اقبالؒ کا — جھک گیا فرطِ ادب سے سر شکوہِ حال کا

میں نے پوچھا بڑھ کے اے دانائے رازِ ایں و آں — کیا ہے تقدیرِ دو عالم کیا ہیں مومن کے نشان

کیا ہے جنت کی حقیقت کیا ہے دوزخ کا مقام — اس جہاں میں آدمی کیوں آدمی کا ہے غلام

کیا ہے مومن کی خودی اس کی رضا کیا چیز ہے — ہیئتِ ابلیس کیا ہے اور خدا کیا چیز ہے

کیا عبادت کا ہے مقصد کیا ہے کوشش کا مآل — حضرتِ اقبالؒ یوں گویا ہوئے سن کر سوال

عالمِ فانی میں پنہاں ایک ہے قدرت کا راز — مردِ مومن کا عمل ہے آپ ہی تقدیر ساز

خلد ہے تیرا یقیں اور بے یقینی ہاویہ — ہے نگاہِ زندگی کا انقلابی زاویہ

ہیئتِ ابلیس صبحِ ارتقا کی رات ہے — تیرے فہم و درک سے بالا خدا کی ذات ہے

دل میں ہو گر نورِ ایماں اور عبادت کا شعور — ہے یہی تیری بلندی اور یہی تیرا غرور

نالۂ شبگیر ہے فرضِ عبودیت پہ دال — ملک و ملت کی بلندی سعیِ پیہم کا مآل

ہو مبارک تجھ کو پاکستان کی طرحِ جدید
جا کے ملت کو سُنا دے یہ مری تازہ نوید

ہو چکے ہیں طے مراحل بزمِ قیل و قال کے
اب لئے جائیں گے یعنی جائزے اعمال کے

رفتہ رفتہ زیست کے آثار بدلے جائیں گے
آدمی کے سیرت و کردار بدلے جائیں گے

ضابطہ قرآں کو ہستی بنایا جائے گا
رابطہ دینِ محمدؐ سے بڑھایا جائے گا

ہے خُدا کی حاکمیت پر اساسِ کائنات
پھر زمانے کو ملے گی کفر و عصیاں سے نجات

مژدۂ نَو سے میری چشمِ بصیرت کھُل گئی
آنِ واحد میں دو عالم کی حقیقت کھل گئی

آہ سمجھا نہ کوئی عظمتِ رازِ اقبالؒ
ہے عناں گیرِ زمانہ تگ و تازِ اقبالؒ

تاب فرما ہے اِدھر فرش پہ اقبالؒ کا سوز
ہے نوا ریز اُدھر عرش پہ سازِ اقبالؒ

وسعت ہے تخیّل کی خیالِ اقبالؒ
ملت کی جلالت ہے جلالِ اقبالؒ

وہ دیکھ فضاؤں میں اُفق سے بھی پرے
لہراتا ہے پرچمِ کمالِ اقبالؒ

حفیظ

اے حفیظِ خوش نوا اے بلبلِ باغ و بہار — اے دبستانِ وطن کے شاعرِ عالی وقار

اے کہ تو ہے محفلِ اسلام کا بربط نواز — دردِ ملت سے رہا معمور تیرے دل کا ساز

جب فضا تجھکو بہ اندازِ تکلم مل گئی — تیرے نغموں سے کلی صحنِ چمن میں کھل گئی

بوالاثر تیری نوا میں قوتِ الہام ہے — تیرے سوز و ساز میں اک زیست کا پیغام ہے

تھی یہی تیری تمنا اور مقصودِ حیات — غازیوں کے ذکر سے ہے تیرا ایمانِ نجات

تیرا شہکارِ حسیں ہے شاہنامے کا سلام — تین نغموں سے نمایاں تیری رفعت کا مقام

سوزِ صحرا کی دعا تیرے تخیل کا ثبوت — کفر کو ثابت کیا ہے تو نے تارِ عنکبوت

طرحِ نو ڈالی ہے تو نے شعر کی تسوید میں — شاعرانِ خوش نوا بھی ہیں تیری تائید میں

ہو مبارک تجھ کو تیری جوبلی اے ہم نفس — تیری آواز سبک ہے قوم کو بانگِ جرس

تو ہے ملت کا حُدی خواں تو امیرِ کارواں — تو کلیمِ طورِ ملت تو محبت کی زباں

یہ ترا شعر و ادب ہے اک ثنائے کارگر — دیکھ اپنی زندگی میں سعیِ پیہم کا اثر

جب مورخ حال کی تاریخ کو دہرائے گا — "نام تیرا بھی جلی حرفوں میں لکھا جائیگا"

شہپرِ روح الامیں ہیں گو ترے فکر و قیاس
بر سبیلِ تذکرہ میری بھی ہے اک التماس

میں اِسی تحقیق میں رہتا ہوں محوِ جستجو
نغمہ ہے خالق ترا یا خالقِ نغمہ ہے تُو

کاروانِ زندگی آیا ہے منزل کے قریب
یہ سفینہ آ رہا ہے یعنی ساحل کے قریب

اب قویٰ ہیں مضمحل کمزور ہے جانِ حزیں
عزم ہونا چاہیئے راسخ مگر اے ہم نشیں

ہر نوائے غیب کی تعمیل ہونی چاہیئے
شاہنامے کی مگر تکمیل ہونی چاہیئے

شہ ایران سے

اے آمدنت . . . . . .

تصورات کو بخشے گئے نئے عنوان
بیا بیا تو بصد شوق اے شہ ایران

بیا کہ راہ میں تیری برائے استقبال
بچھا رہا ہے نگاہیں تمام پاکستان

چمن کی کلیاں بھی حاضر ہیں پیشوائی کو
بچشمِ لطف انہیں دیکھ اے گلِ ایران

جو تُو نے مشرق و مغرب کی منزلیں طے کیں
تو یہ بھی صاحبِ معراج کا ہے اک احسان

یہ دیکھ خطۂ ہستی کی جانفزا رونق   سُن ایک فطرتِ عالم کا دلنشیں رومان
قرار دادِ مقاصد ہے اس کا نصب العین   کہ اس کے شوق و عمل کا ہے رہنما قرآن
بنے گا مشرق و مغرب کا اب یہی مرکز   اسی سے ربط بڑھائیں گے ترکی و ایران

اسی افق سے نئے آفتاب اُبھریں گے
یہیں سے سطحِ عجم پر حباب اُبھریں گے

آصف جاہ ہفتم سے

تیری الفت ہے اور حال تباہ   نہ ہوا تیرا اور میرا نباہ
تیری جنت دیارِ امن و سکوں   اور میرا مقام ہے جنگاہ
تیغ بازی نہ کام آئی کچھ   آہ بے ذوق تھا امیرِ سپاہ
یحرنبل میں مری شہادت ہے   اب تک اس کے ہیں جبرائیل گواہ
مردِ حُر کے گناہ بھی ہیں ثواب   اور غلاموں کی نیکیاں بھی گناہ
سارے عالم میں تھے عزیز کبھی   آج رُسوا ہیں تیرے تاج و کلاہ

گاہ اُٹھتا ہے آشیاں سے دھواں   گاہ گرتی ہیں بجلیاں ناگاہ

آج تو ہے جہاں میں خوار و ذلیل   یہ ہے تیرا مآلِ عزت و جاہ؟

عرش و کرسی نہیں مقام ترا   آسماں بھی ہے ایک حدِ نگاہ

میری منزل تو ہے سب سے پرے

کہکشاں ہے مری نشانِ راہ

مجاہدینِ پاکستان کے نام

کہہ گئی صحنِ چمن میں کل مجھے موجِ نسیم   بہرِ ملت فوج کی تنظیم ہے فوزِ عظیم

فوج کی تنظیم سے بڑھتی ہے شانِ زندگی   فوج کی تنظیم میں تاروں کی ہے تابندگی

فوج کی تنظیم ہے جوشِ عمل مردانہ وار   ہے بقائے قوم کا جہد و عمل پر انحصار

فوج کی تنظیم میں ہے قوم کی عظمت کا راز   کھیلنا تیغ و سناں سے ہے مجاہد کی نماز

فوج کی تنظیم دستِ قوم میں تلوار ہے   فوج کی تنظیم ملک و قوم کا کردار ہے

اے جوانمردو مجھے کہنی ہے تم سے ایک بات   تاکہ کھل جائیں تمہارے دل پہ اسرارِ حیات

تم ہو غازی مردِ میدان جنگجو اور شہسوار
تم محافظ ہو وطن کے تم امینِ ذوالفقار

تم ہو لشکرِ سپاہی سخت کار و سخت کوش
پیروانِ حیدرِ کرّار و طارق سرفروش

تم مجاہد ہو تمہیں اللہ کی شمشیر ہو
تم جہادِ فی سبیل اللہ کی تفسیر ہو

ہے تمہارے قبضۂ قدرت میں وہ تیغِ اصیل
جس کی عظمت کی قسم کھاتا ہے خود ربِّ جلیل

پاسباں لاریب تم ہو ارضِ پاکستان کے
تم ہو رکھوالے یقیناً عظمتِ قرآن کے

نیتیں اچھی نہیں ابنائے آب و خاک کی
اب حفاظت ہے تمہارے ذمے ارضِ پاک کی

ہو چکا ہے اب شکست افسونِ افرنگی کا جال
پڑ چکی ہے سطوتِ اغیار پر گردِ زوال

اب خدا کے فضل سے آباد پاکستان ہے
غیر ملکی رنگ سے آزاد پاکستان ہے

اور ہے خدمت کا جذبہ چاکری ہے اور چیز
حلت و حرمت کی ہونی چاہیئے لیکن تمیز

اب خدا کے حکم کی تعمیل ہونی چاہیئے
ضابطے میں زندگی تبدیل ہونی چاہیئے

تم یہ سمجھے گے یونہی شاعر کی ہے سطحی نظر
مجھ کو سازِ غیب سے لیکن ملی ہے یہ خبر

غازیوں کے خون سے جنت کو تولا جائے گا
اب شہادت کا نیا اک باب کھولا جائے گا

اے شجاعو اے غیورو جاں نثارو السلام
آسمانِ پاک کے رخشندہ تارو السلام

حق پرستو اے خدا کے غازیو تم پر سلام
اے محمد مصطفیٰ کے غازیو تم پر سلام

تم نے لکھی خون سے تاریخ پاکستان کی
ہے تمہارے دم سے رونق عظمتِ انسان کی

ہے شہادت کے لہو میں زندگانی کا ثبوت — تم نے ثابت کر دیا باطل کو تارِ عنکبوت

نورِ ایمان و یقیں جوشِ حمیت التفات — جذبۂ شوقِ شہادت عزم اور صبر و ثبات

غازیانِ ملک و ملت کے یہی کردار ہیں — لرزہ بر اندام جن کے سامنے کہسار ہیں

حرب و ضرب و جہد سے دامانِ ملت بھر دیا — اک جہادِ مستقل سے تم نے ثابت کر دیا

جذبۂ تعمیر کوئی بھی مٹا سکتا نہیں — حق اگر ابھرے اُسے باطل دبا سکتا نہیں

خونِ دل سے ہوتی ہے شاداب کشتِ زندگی — ہے جہاد فی سبیل اللہ بہشتِ زندگی

حشر تک دہرائے جائیں گے تمہارے تذکرے — زیست کی عظمت پہ چھائیں گے تمہارے تذکرے

ہے دعا اُٹھے تمہارا سوئے منزل ہر قدم
سر پہ لہراتا رہے تا حشر اسلامی عَلَم

خطاب بہ یکے از نژادِ سرخ

بہت بلند ہے مومن کا اجتہاد و قیاس — نظامِ عالمِ کہنہ پہ چھا رہا ہے ہراس

وہ دَور اپنے محاسن سے سربلند رہا — یہ دَور اپنے معائب میں کھو چکا ہے حواس

تری نگاہ کی معراج احمریں پرچم
نوائے ملتِ بیضا مگر ہے سبز لباس

ترے خیالِ محبت میں جنسیات کی جوع
ترا فسانۂ مزدور بھیڑیئے کا لباس

نہ تجھ کو خوفِ خدا ہے نہ احترامِ رسولؐ
نہ دل میں حُبِّ وطن ہے نہ قوم کا احساس

تری خرد پہ مسلّط ہے سرخیوں کا ہجوم
نگاہِ بندۂ مومن مگر ہے سدرہ شناس

نوائے صبحِ محبت کی ہے تلاش مجھے
سکوتِ شب کی فضاؤں میں زندگی ہے اداس

جبینِ پاک پہ رقصاں ہے دین کی تنویر
تری نگاہ نہیں ہے مگر ستارہ شناس

مری نوائے رجز کے رہینِ منت ہیں
خدنگ و تیغ و سناں شعر و خامہ و قرطاس

ایک موازنہ

اسلام — اشتراکیت

فضائے سُرخ میں انوار ڈھونڈنے والے

اِدھر ہے سوزِ تمنا امید اور اُمنگ
اُدھر ہے عیش و مسرت شراب و شاہد و چنگ

ادھر نگاہ کی معراج سبز پرچم ہے — اُدھر نمایاں ہے انسانیت کے خون کا رنگ

ادھر نظامِ محمدؐ کا ہمنوا یزداں — اُدھر بغاوت و سازش پہ اہرمن بھی دنگ

ادھر نگاہ و خرد کا فروغ عشقِ رسولؐ — اُدھر خدا کا تصوّر فسانۂ بے رنگ

ادھر تمدنِ اسلام رونقِ عالم — اُدھر سماج کی خامی پہ خود سماج ہے تنگ

ادھر نصابِ عزیمت کتاب و سنت ہے — اُدھر پیام ہیں لینن کے جلوۂ ارژنگ

ادھر بلالؓ و عمرؓ ہم خرام دوش بدوش — اُدھر ہے باعثِ تفریقِ قوم و نسل کا رنگ

ادھر ہیں عابد و معبود محوِ راز و نیاز — اُدھر ہے بربطِ ابلیس میں نئی آہنگ

ادھر ہے محنت و سرمایہ پر حدیثِ رسولؐ — اُدھر ہے نالۂ مزدور سیمیا نیرنگ

ادھر ہے ضربِ یداللّٰہیؓ اور عصائے کلیمؑ — اُدھر گناہ کے اژدر ہیں اور ہوس کے پلنگ

ادھر تدبرِ مومن میں جرأتِ منصورؒ — اُدھر ہے موت کے جھولوں میں قوس و قزح کا رنگ

ادھر ہے سوزِ یقیں کاوشِ نیاز عمل — اُدھر تمرّدِ انساں کی ہے خدا سے بھی جنگ

ادھر ترقی و تعمیر کے نئے اسلوب — اُدھر تنزّل و تخریب کے قدیم ہیں ڈھنگ

ادھر اصولِ نگارش مہذب و محتاط — اُدھر ہے فحش نگاری میں زندگی کی ترنگ

ادھر مدارِ معیشت نہ زر نہ جاگیریں — اُدھر لباسِ ادب میں ہے اشتعال کی جنگ

ادھر خلوص و محبت کے قلزم موّاج — اُدھر نفاق و رقابت کے ہولناک نہنگ

اِدھر منازلِ ہستی میں بیکراں وسعت
اُدھر شعور کی آوارگی پہ وشت بھی تنگ
اِدھر حسام کی جھنکار سے فلک لرزاں
اُدھر ہے غمزۂ محبوب تیر اور تفنگ
اِدھر ہے شاعرِ اسلام کی رجز خوانی
اُدھر ہے شعر و نشاطِ سرور و نغمہ و چنگ
مذاقِ دیدۂ خونبار ڈھونڈنے والے
فضائے سُرخ میں انوار ڈھونڈنے والے

ترقی پسند ادیب سے

بہت بلند ہیں مومن کے ذکر و فکر و علوم
تری نگاہ یہ ایں جستجو رہی محروم
مرے لئے تو خدائی بھی اک حقیقت ہے
ترے لئے ہے خُدا بھی فسانۂ موہوم
ترا نصابِ عمل اشتراک تک محدود
مرا ہر ایک قدم اجتہاد سے موسوم
ترے ضمیر کی قیمت ہے ایک جامِ شراب
مرے خیال کے نخچیر کہکشاں و نجوم
مرا اصولِ نگارش جوان و صحت مند
فضائے شعر و ادب تیری فکر سے مسموم
تری نظر کے اُفق پر جھلک رہے ہیں ابھی
جھکے کے روندے ہوئے دل کٹے ہوئے حلقوم

نہ تجھ کو قوم کا احساس ہے نہ حُبِّ وطن
"نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم"

نظامِ روس نہیں تنگیٔ حیات کا حل
فقط نظامِ محمدؐ ہے مشکلات کا حل

خُدا رزّاق ہے تیرا جہاں میں
مقامِ پرورش ہے کبریائی
شہنشاہی ہے دِل کی بے نیازی
شکم کی بے یقینی ہے گدائی

ایک منظوم خط کا جواب

ریڈیو لاہور سے یہ کل مجھے آیا پیام
محفلِ شعر و سخن کا ہو رہا ہے اہتمام
تجھ کو بھی دعوت ہے اس میں شعر خوانی کے لئے
قوّتِ فکر و نظر کی ترجمانی کے لئے
میں نے سوچا ہے یقیناً یہ کوئی ہنگام خواب
ورنہ میں اور محفلِ شعر و سخن میں باریاب
کیا محبت کے وہ اندازِ کہن بدلے گئے
انجمن بدلی اصولِ انجمن بدلے گئے
کیا کوئی آیا جہانِ نو میں تازہ انقلاب
ریڈیو کے خط نے لیکن یوں دیا مجھ کو جواب

زیست کے خاکے بہ عنوانِ وطن بدلے گئے
فکر کے تیور نظر کے پیرہن بدلے گئے

باغباں بدلے چمن کی سُرخیاں بدلی گئیں
زیست کی قدریں بقیدِ امتحاں بدلی گئیں

روح کی قوّت بڑھی نفسانیت کم ہو گئی
سطوتِ افرنگ کی رفتار مدھم ہو گئی

رشتۂ آزادی کے ایوانوں سے پھر جوڑا گیا
دیوِ استعمار کے پھندوں کو بھی توڑا گیا

جلوۂ حُسنِ سیاست رونقِ کاشانہ ہے
جذبۂ تعمیرِ ملّت ہمتِ مردانہ ہے

اب تو پاکستان خود مختار آباد ہے
ریڈیو بھی غیر ملکی رنگ سے آزاد ہے

اب تلاوت روز ہوتی ہے کلامِ پاک کی
نشر کی جاتی ہیں نعتیں سیّدِ لولاک کی

اب نہیں ہے ٹھمریوں کے واسطے وجہِ جواز
اب نہیں چلتے یقیناً ریڈیو وقتِ نماز

اب تو فنکاروں کی خاطر بھی اسے ملحوظ ہے
اب قلمکاروں کا حقِ زندگی محفوظ ہے

قوم کو پیغام ملتا ہے یہاں ایثار کا
ہمت و اخلاص کا اور سیرت و کردار کا

اب لکھے جاتے ہیں فیچر دل بڑھانے کیلئے
حرب و ضرب و جہد کے آئیں سکھانے کیلئے

اب ہے پاکستاں ہمارا باعثِ عزم و ثبات
ہے اسی سوزِ محبت پر اساسِ کائنات

ہر طرف چرچے ہیں اب تجدید کے تحریر کے
چار سُو ہیں غلغلے آزادیٔ تقریر کے

ملک بھی آزاد ہے اب قوم بھی آزاد ہے
اتحادِ رنگ و بو سے ریڈیو آباد ہے

سکاؤٹ سے خطاب

السلام اے مستعد تیری نرالی شان ہے — ملک و ملت سے وفاداری ترا ایمان ہے

تو اخوّت کا ہے حامی تو بنائے اتحاد — قوم کر سکتی ہے تیری دوستی پر اعتماد

ہے تری تخلیق ترتیبِ عناصر کا ظہور — تیرے اوصافِ حمیدہ مظہرِ عقل و شعور

تو جفاکش اور تو ہی صاحبِ ایثار ہے — خدمتِ بے مزد تیری زیست کا کردار ہے

حق پرستی تیرا شیوہ راستی تیرا اصول — پاکبازی اور تحمّل باعثِ حسنِ قبول

سیرت و کردار تیرے بے عدیل و بے مثال — بے نیازی تیری فطرت سادگی تیرا کمال

تو ہے ہمدرد و معاون حاکم و محکوم کا — تیرے دل میں درد ہے ہر بیکس و مظلوم کا

تو شجاعت کا دھنی اخلاص کا ہے شاہکار — اور متانت میں ہے تیری کوہساروں کا وقار

تیرا نصب العین خدمت تیرا مشرب ہے خلوص — تیرا ہر اقدام ہے تیری عزیمت کا خصوص

اعتمادِ نفس خودداری یقیں مہر و وفا — حکم کی تعمیل الفت صبر اور خوفِ خدا

یہ تجسس یہ مسلسل کوہ پیمائی تری — شان و شوکت یہ تری یہ بزم آرائی تری

زیب دیتا ہے تجھے مردِ مجاہد کا لباس — بر سبیلِ تذکرہ میری بھی ہے اک التماس

کیوں ہے لندن آج تک مرکز تری تنظیم کا
کیوں نہیں محکم ابھی اسلام سے رشتہ ترا

تیرا کعبہ ہے الگ اوراں کا قبلہ ہے جدا
آستانِ غیر پر جائز نہیں جھکنا ترا

پھیر رُخ بامِ حرم کو اب تو اے مرغِ حرم
کیوں ابھی ٹوٹا نہیں تجھ سے کلیسا کا صنم

مصلحت نے مغربی قالب میں ڈھالا تھا تجھے
وقت نے تہذیب کے پھندوں میں ڈالا تھا تجھے

وقت آیا ہے کہ اس تہذیب کے بُت توڑ دے
اب خودی کا ہے تقاضا مصلحت بھی چھوڑ دے

ہو چکا آزاد تُو اے بندۂ عالی صفات
کیا نہیں لازم تجھے پابندئ صوم و صلوات ؟

کیا تری سرگرمیوں میں زیست کا ساماں بھی ہے
تیرے خیموں میں کہیں مسجد بھی ہے قرآں بھی ہے؟

تا کجا تقلیدِ مغرب کی اے مردِ کامگار
آ کہ ہو پھر خواجۂ یثرب کی حرمت پر نثار

خبر بھی ہے تجھے کون و مکاں میں ترے لئے
ہے کائنات مسخر ازل سے تا بہ ابد

ترے شعور و بصیرت پہ آسماں ہے گواہ
مگر ہیں زیست کے انداز کیوں اسیرِ خرد

دعوتِ کار

پھر نبردِ عشق میں تیر و سناں پیدا کریں
آ مجاہد دل میں زخمِ بے نشاں پیدا کریں

ہم جو چاہیں تو بدل سکتا ہے باطل کا نظام
قُم باذن اللہ سے تازہ جہاں پیدا کریں

تکمۂ زہرہ بنا دیں ذرّے ذرّے کا وجود
پھانس کی تجدید سے تیغ و سناں پیدا کریں

عالمِ گزراں میں ہر لمحہ ہے تازہ انقلاب
تودۂ خاشاک سے کوہِ گراں پیدا کریں

ہر کرن سورج کی جب آزاد ہے بیباک ہے
قطرۂ شبنم سے بحرِ بیکراں پیدا کریں

عار کا باعث زمیں پر ہے جبیں سائی اگر
عرش و سدرہ سے پرے اک آستاں پیدا کریں

پیشوائی کے لیے ہو جس کی منزل کو تلاش
کیوں نہ راہِ شوق میں وہ کارواں پیدا کریں

فاش کر دے بزمِ امکاں پر جو رازِ کائنات
پھر کوئی قدرت کا ایسا رازداں پیدا کریں

کارزارِ کفر خود ہی لرزہ براندام ہو
آج مومن گر مجاہد کی اذاں پیدا کریں

جس پہ قرباں ہوں بہاریں جس پہ جنت ہو نثار
اس خیاباں میں کمؔر ایسی خزاں پیدا کریں

بہار و بُو کے جلوس

نہیں زمانے کا دستورِ حکمتِ قدوس — خدا ہی قادرِ مطلق ہے کر یہی محسوس
میں کر رہا ہوں ابھی دل کی دھڑکنیں محسوس — یہاں سے گذرے ہیں اکثر بہار و بُو کے جلوس
ہے مصطفےٰؐ ہی پہ تکمیلِ خیر بس ممکن — مگر تو حسنِ عمل سے نہ ہو سکا مانوس
عروجِ صوفی و ملّا تھی صنعتِ تعلیل — مسلّط اس پہ مراعات کا رہا کابوس
درست تیری خودی کے شرار سر ہوئے — بجا کہ تو تھا غلامی کے قلعے میں محبوس
لسانِ غیب سے پیہم یہ آ رہی ہے نوید — ہوا تو مژدۂ لاتقنطو سے کیوں مایوس
ہے نورِ ارض و سما الا الٰہ الا اللہ — کہ دو جہاں کے اندھیروں کا ہے یہی فانوس
دماغ و عقل ہیں علم و ہنر کا گنجینہ — مگر ہیں عشق و یقیں سے دل و نظر مانوس
نہاں ہے ریت کے ذرات میں تری تعمیر — فلک کے چاند ستارے ہیں صرفِ حسنِ عروس

اشتراکیت زدہ سے

ہیں سب کھوٹے ہی سکّے اسمیں لے دوست
جو تیرے ہاتھ آیا ہے دفینہ

نہ ہو جائے کشاکش میں یہ مضروب
بہت نازک ہے دِل کا آبگینہ

مری دعوت کا مستقبل درخشاں
تری تہذیب ہے کارِ شبینہ

ہے تیری بھوک میں جنسی تصوّر
مجھے نعمت ہے روزوں کا مہینہ

نظامِ روس کی تازہ غلامی
یہ تیغِ غیر اور ملّت کا سینہ

تلاشِ کعبہ روسی وادیوں میں
بظاہر لب پہ "مکہ" اور "مدینہ"

یہ باطن ہے درانتی اور ہتھوڑا
بظاہر گو ہے اِسلامی قرینہ

اگر خاتم کا روسی ہو تصوّر
تو ہے بے کار ایمانی نگینہ

مساوات و مواخات و محبت
یہی انسانیت کا ہے خزینہ

یہی قرآن کے ہیں درس و حکمت
یہی اوج و بلندی کا ہے زینہ

"حبیب اللہ" ہے کاسب دو جہاں میں
ہے فرمانِ شہنشاہِ مدینہؐ

ادا مزدور کی ہو مزد جلدی
مبادا خشک ہو جائے پسینہ

ذوقِ طاعت

ہو رہی ہیں آدمی کو پے بہ پے فہمائشیں
دستِ قدرت دے رہا ہے دن بدن گنجائشیں

بر بنائے آدمیت ٹھوکریں کھاتا ہے یہ
ورنہ مومن کی فلک پیما بھی ہیں پیمائشیں

طائرِ لاہوت رہتا ہے ہمیشہ بے نیاز
آشیاں، بجلی، قفس، دانہ، ہیں سب آلائشیں

زیست کی تکمیل کرتا ہے شہادت کا لہو
موت کی تکمیل تک ہیں زیست کی افزائشیں

کس کی آمد ہے کسے ہونا ہے اسمیں باریاب
ہو رہی ہیں خُلد میں کیوں آج کل آرائشیں

جب نظر آتی ہے کچھ دردِ تمنّا میں کمی
عشق کر دیتا ہے پیدا حُسن میں زیبائشیں

اور بڑھ جاتا ہے اس کا ذوقِ طاعت اے بشرؔ
مردِ مومن کو جو ہوتی ہیں نصیب آسائشیں

ہر چند مسلمان ہے توحید کا فرزند
لیکن یہ نہیں دین کے احکام کا پابند

یہ ثمرۂ نورس ہو ثمر اور بھی شیریں
ہو اس کا اگر سدرہ و لاہوت سے پیوند

تعمیرِ سومنات

حاصل تجھے حدوث و قدم کے تعیّنات — لیکن بہت ہی پست ہیں میرے تصوّرات
پھر ڈھونڈتی ہیں عشق کی بے تابیاں مجھے — پھر حسن کر رہا ہے مری سمت التفات
لا کے بٹھا دیا مجھے تیرے حضور میں — کتنے فریب کوش ہیں میرے تخیّلات
تو زندگی پسند مجھے موت ہے عزیز — یہ میرا اجتہاد وہ تیرے تکلّفات
تاروں کو آرزو ہے کریں دن کو تابناک — کیوں آسمانِ شوق پہ چھائی ہوئی ہے رات
یکتائی خیال پہ حیرت نہ کیجئے — لازم ہیں اس جہاں کے لئے کچھ تغیّرات
کیوں اُن سے کر رہا ہے تو ذرّوں کی جستجو — دامن میں اپنے جو لئے پھرتے ہیں کائنات
کیوں سرزمین شور ہے محروم رنگ و بُو — اب تک رواں دواں ہیں یہاں دجلہ و فرات
اک جنگ ہے وطن کے لئے اک جہادِ حق — اک خطرۂ حیات ہے اک سوزِ کائنات
باطل کو ہر محاذ پہ ہے اعترافِ عجز — یعنی خدنگِ حق سے ہیں مضروب شش جہات

پھر تیغِ غزنوی کی ضرورت ہے اے ثمرؔ
تعمیر ہو رہا ہے نئے سر سے سومنات

حلقۂ درویشاں

دلکش ہے غزلخوانی لیکن ہے غزل سادہ
کیوں نغمۂ زہرہ ہے فریاد پہ آمادہ

غواصِ معانی خود ساحل سے گریزاں ہے
گوہر کا تمنائی طوفاں کا ہے دلدادہ

اے کاش شہادت کا رتبہ تجھے مل جائے
اے کاش ترا دل ہو پھر موت پہ آمادہ

ہر ساز کی دھڑکن میں نالوں کا تلاطم ہے
مضراب کی ہر جنبش غم کی ہے فرستادہ

ہے ذکرِ مسلسل بھی اک جوہرِ ملکوتی
اے حلقۂ درویشاں ہو ذکر پہ آمادہ

رہروِ شوق کی منزل ہے فقط ذکر و سجود
عشق میں فقر ہے مومن کا مقامِ محمود

اور اگر نفس کا عرفان بھی حاصل ہو جائے
ہے یقیناً یہی عرفانِ الٰہی کی نمود

شبلیؒ و منصورؒ

جہاں میں تیری محبت کا ہے یہی دستور
کہ میری فطرتِ آزاد بھی رہے مجبور

فقیہہِ شہر نے رکھی نہ دار کی تعزیر
وگرنہ میری نوا بھی ہے نعرۂ منصورؒ

یہ اُن کے حُسن کی شاید ہے عکس پیرائی
کہیں تجلّیِ فاراں کہیں ہے جلوۂ طور

مرا خلوصِ عمل بھی ہے نور کی قندیل
یہی ہے صبحِ حریفِ رہِ شبِ دیجور

اِسی سے محفلِ ادراک میں اُجالا ہے
اِسی چراغ سے میرا ضمیر ہے پُر نور

صراحیِ عقل کی ٹوٹے تو ہو جنوں پیدا
خمارِ عشق کے انعام ہیں حضور و سرور

ترا نظام ہی شرحِ کتاب و سنت ہے
ترے نظام کی تکمیل پر ہوں مَیں مامور

وہ کارواں ہوں کہ منزل کو ہے تلاش مری
سُراغِ جادۂ منزل سے راہرو ہے نفور

مَیں رازِ جوشِ جنوں میں جو کر گیا افشا
وہ راز سمجھے نہ افسوس شبلیؒ و منصورؒ

ہے ذوقِ شعر مرا مشکلات کا خُوگر
مثال بن کے رہا ہے مری زباں کا عبور

مزہ تو جب ہے ہنر طبع کی روانی کا
ہوں سنگلاخ زمینیں ہوں بے کنار بحور

اطوارِ غازیانہ

جو حال و ماضی پہ اے مسلماں نگاہیں تیری ہیں طائرانہ
کہاں وہ سیرت کی خوبیاں ہیں کہاں وہ عزمِ مجاہدانہ

مرے حقائق میں پختگی ہے ترے دلائل ہیں عامیانہ
خیال اُلجھے ہوئے ہیں تیرے نکات میرے ہیں عارفانہ

نہیں ہے مذہب میں تیرے جائز کسی پہ اقدامِ جارحانہ
کہ مردِ مومن کی جنگ بھی تو ہے ایک جنگِ مدافعانہ

کبھی نہ ٹپکا لہو وفا کا جو آہن و سنگ کی رگوں سے
کہاں کا تیشہ کہاں کی شیریں یہ کوہکن بھی ہے اک فسانہ

تو کیوں ہے محتاج اے مسلماں جہاں میں جبرئیلؑ کے پروں کا
کہ جست تیری ہے لامکاں تک فضائے فطرت ہے بیکرانہ

دمِ سحر موتیوں کی صورت فلک پہ تارے چمک رہے ہیں
مگر تراوش میں آنسوؤں کو نصیب ہے شانِ گوہرانہ

ہیں آج ہر نوجواں پہ طاری طریق و اطوار غازیوں کے
کہ ان کو ہجرت نے ہیں سکھلائے طریق و اطوارِ غازیانہ

یہی ہے معراج مردِ مومن یہی ہے ایمان کی نشانی
رسولِ اکرمؐ کے ساتھ تجھکو اگر عقیدت ہے والہانہ

زمزم کی لکیر

جگمگا اُٹھا ستاروں کا ضمیر / ماہ و پرویں سحرِ مومن کے اسیر
وقت کے ہو جائیں گے عالم شکار / اور پلکوں پہ نظر باندھے گی تیر
تشنگی و سوز بڑھنے دے ذرا / ہے کفِ مومن میں زمزم کی لکیر
دستِ مومن میں تو آہن بھی ہے موم / اور پانی پانی پتھر کا ضمیر
عشق ہے رہوارِ مومن کی زمام / ہو توکّل تو یہ سدرہ کا امیر
عشق کرتا ہے نظر کو بے نیاز / اور توکّل ہے دلوں کا دستگیر
کیا ہوا ترتیب ہے خاکی اگر / جلوۂ لولاکؐ مومن کا خمیر
ماورائے عرش ہے اک مملکت / اور میں اس مملکت کا ہوں سفیر
ہے مرے کشکول میں کیخسروی / آہ تو درویش کو سمجھا حقیر
میرے جذب و ضبط کی تاثیر دیکھ / بن گئی فریاد خود میری نظیر
اشکِ عنّابی متاعِ چشمِ شوق / پنجۂ مژگاں میں رہتا ہے اسیر
کارسازِ بیکساں تیرا خیال / شوق تیرا رہبرِ برنا و پیر
ہو نہیں سکتا گوارا دخلِ غیر / جب کہ میں تیرا ہوں تو میرا مشیر

حدوث و قدم

محبت تری سوزشِ کائنات
کمالِ جنوں ہے متاعِ حیات

مناظر ہیں تیرے حدوث و قدم
لوازم مرے امن اور حادثات

بلالؓ و ابوبکرؓ عمرؓ و حسینؓ
یہ نورِ نبوّت کے ہیں معجزات

قدم زن ہو تو صورتِ غزنوی
کہ حائل تری رہ میں ہیں سومنات

ذرا رہروِ شوق کو تیز کر
نبردِ محبت نہ کھا جائے مات

رہِ حق میں تلوار سے کھیلنا
یہی ہیں مجاہد کے صوم و صلوات

حبابوں میں دریا کی گہرائیاں
تو ذرّوں کی پہنائی میں شش جہات

یقیں ہو تو پیہم رگِ سنگ سے
اُبلتا ہے طوفانِ آبِ حیات

سمندر ہے شبنم یقیں کے بغیر
یقیں ہو تو ہے زہر شاخِ نبات

ہے تدبیر خلّاقِ تقدیر کی
یقین و عمل میں ہے رازِ نجات

توکّل مرے دل کی مضراب ہے
اسی ڈھب سے چھڑتا ہے سازِ حیات

مجھے اپنے سوزِ دروں کے طفیل
ملی عقل کے وسوسوں سے نجات

مجھے بخش دے ایک عالم نیا — بہت تنگ ہے وسعتِ کائنات
تجھے سر اٹھانے کی فرصت نہیں — زمانہ کرے تجھ سے کیوں التفات
میں کیا ہوں کہاں اور کیوں ہوں بشرؔ — ہیں قلب و جگر کے عجب واردات

کردارِ مومن

مومن کی زندگی کی تاریخ اس قدر ہے — سیرت میں ہے فرشتہ کردار میں مجاہد
دنیا کی رفعتوں نے چومے ہیں پاؤں اس کے — تاریخ آج بھی ہے اس کے عمل کی شاہد
اُس دَور میں تو قائم اللہ کی حدیں تھیں — یہ دَور ہے اسیرِ شعر و شراب و شاہد
وجد و سماع میں ہیں مدہوش و مست صوفی — دیتا ہے اب حوالے تعلیل ہی کے زاہد
مومن ہی دو جہاں میں لولاکؐ کا امیں ہے — مومن کی عظمتوں پر لولاکؐ بھی ہے شاہد

وہ ذوق و شوق آفاقی نہیں ہے — تخیّل میں وہ خلّاقی نہیں ہے
سبھی کچھ ہے تری دُنیا میں یا رب — مسلماں ہی مگر باقی نہیں ہے

نبضِ کائنات

ترے نظامِ محبت کے سب اسیر مطیع — رسولِ پاک دو عالم کے واسطے ہیں شفیع
وہ ایک صدا سی گونجی تھی طورو فاراں پر — جو کائنات کی نبضیں بھی کر گئی ہے سریع
غزل کے مصرعِ اوّل میں پڑ گیا سکتہ — غزل کے مصرعِ ثانی کی ہے یہی تقطیع
ترے قفس میں بھی گنجائشیں ہیں گلشن کی — اسیرِ دردِ محبت کا دل بہت ہے وسیع
وہ ایک حلقۂ سلاسل کا اور ٹوٹ گیا — مری اسیری کی مدت میں ہو گئی توسیع
تجھے نصیب ہو اک اہلِ دل کی ہمگامی — کہ اہلِ دل کا ہی دنیا میں مرتبہ ہے رفیع

اگر نظامِ الٰہی کی دل میں ہو وقعت
تو دو جہاں کی نظر میں تری نظر ہو وقیع

تری دانش ہے اک سیلِ معانی — مری حکمت ہے سوزِ غیر فانی
تری تہذیب بندوں کی غلامی — مرا مذہب خدا کی حکمرانی

حور و قصور

عشق میں پنہاں خدائی کے امور — دل ہے ترتیبِ عناصر کا ظہور

ایک پیغامِ مقدس شاعری — اس پہ خود شاہد ہیں فرقان و زبور

ذرہ ذرہ گوش بر آواز ہے — اور ہے خاموش اب تک سازِ طور

تیرا وعدہ ہے کہ دار الخلد میں — عام ہوگا تیرے جلووں کا ظہور

تیرے جلوے ہی مگر کافی نہیں — چاہیے مجھکو ترا قرب و حضور

کس طرح ہوگا وہاں میرا گذر — جس فضا میں چہچہاتے ہوں طیور

محوِ حیرت دل، نظر صرفِ تلاش — اس پہ تنہائی کا دردِ ناصبور

ہر طرف خاموشیاں شرحِ نوشت — ہر طرف تنہائیاں بین السطور

چار سو صبر و سکوں کا اک طلسم — شش جہت میں کارفرما ایک نور

میں رہوں محرومِ ذکر و فکر سے — نشۂ طاعت میں قدسی چور چور

میں کسی خدمت کے قابل ہی نہیں — میری خدمت کے لئے غلمان و حور

میں رہوں عضوِ معطل کی طرح — اس میں کیا ہے میری فطرت کا قصور

آہ میں بے بس ہوں تیرے سامنے　　دل میں لیکن یہ تمنّا ہے ضرور

سرحدِ ادراک جب ہو جائے ختم　　تجھ سے ٹکرائیں میرے دل کی ثغور

آرزوؤں کے صدف جب ٹوٹ جائیں　　قطرۂ گوہر کا دل ہو ناصبور

پے بہ پے ہوں سانحات و حادثات　　ہو جنوں کا نام ہی عقل و شعور

جتنی منزل کو ہو رہرو کی تلاش　　قافلہ اتنا ہی ہو منزل سے دُور

عشق کو بربادیوں پر ناز ہو　　حُسن خود آرائیوں سے ہو نفور

ہمنوا و ہم نفس کچھ ساتھ ہوں　　تو۔ ہو جنت کی بہاروں میں سرور

خود ہی جُھک جاتی ہے انساں کی جبیں　　جب چمک اُٹھتا ہے پیشانی کا نُور

جامۂ احرام جنت کا لباس　　اور ننگِ آدمیت ہے سمور

ہوں غریبوں کے لیے کچھ راحتیں　　اہل سرمایہ کا پھر ٹوٹے غرور

جاری و ساری ہو اسلامی نظام　　ہوں وہاں حاکم جوانانِ غیور

ہاویہ فرعونیوں کی ہو سزا　　آچکا ہے جن کی نیّت میں فتور

ایسی جنت ہو تو کر لے گی قبول　　یا الٰہی یہ میری طبعِ غیور

ورنہ وہ جنت مرے قابل نہیں

جس کی زینت ہوں "فقط حور و قصور"

چوبِ دار

شعورِ زندگی تیرا اگر بیدار ہو جائے
تو تیری ہر نظر اللہ کی تلوار ہو جائے

ہو تیرے سیرت و کردار کی بنیاد اسلامی
ترا تقویٰ حریفِ پردۂ اسرار ہو جائے

جو پابندِ عمل ہو دین کے پورے تقاضوں میں
وہی کون و مکاں کا مالک و مختار ہو جائے

کریں گے حاضر و موجود طوفِ آستاں تیرا
اگر تو حاضر و موجود سے بیزار ہو جائے

بروئے کار اگر آئے ترا سوزِ براہیمی
تو شعلہ آتشِ نمرود کا گلزار ہو جائے

مسلماں کاتبِ تقدیر کی تحریرِ اقدس ہو
مسلماں خامۂ توحید کا شہکار ہو جائے

ہر اک مردِ مسلماں اب مجاہد ہو مبلغ ہو
مسلماں لشکرِ کونین کا سالار ہو جائے

خدا ہو جائے خود ہی دینِ حق کا حافظ و ناصر
اگر باطل سے کوئی برسرِ پیکار ہو جائے

دعا ہے پھر ملے حسنِ مروت کو فراوانی
دعا ہے تیرے دل کو عشق کا آزار ہو جائے

اگر ہو موت کی لذت سے بہرہ یاب دل تیرا
تو پھر یہ زندگی تیرے لئے دشوار ہو جائے

فقیہہ و صوفی و ملا ہیں محرومِ عمل یارب
دعا ہے چوبِ منبر آج چوبِ دار ہو جائے

نہ گھبرا دیکھ کر طوفاں یہ طوفاں موجِ دریا کو
خدا پر چھوڑ دے کشتی کہ بیڑا پار ہو جائے

ہیں تیرے ہی لئے سب نعمتیں یہ دونوں عالم کی
جو ہنگامِ سحر تو بھی کبھی بیدار ہو جائے

شکوۂ خسروانہ

دجل پرور نظامِ کافرانہ — اِدھر کردارِ مومن غازیانہ
تری ہمت میں ہے نصرٌ من اللہ — تری تیغِ شجاعت دافعانہ
یہ غازی صف بہ صف لشکر بہ لشکر — کھڑے ہیں منتظر شانہ بہ شانہ
ترا خاموش رہنا کور ذوقی — خموشی ارتکابِ مجرمانہ
تری گفتار میں ہے سوزِ مومن — ترا کردار لیکن مشرکانہ
خدا ہے حاضر و موجود ناظر — ترا ایمان لیکن غائبانہ
تری شاخِ عزیمت پر یقیناً — رہا صدیوں ہما کا آشیانہ
بصارت میں ہو پھر پیدا بصیرت — یہ ہے دل پر نظر کا تازیانہ
تو اپنے حال سے کیوں بے خبر ہے — ترے انداز جب ہیں مجرمانہ
بہ فیضِ رومیؒ و اقبالؒ و جامیؒ — نواؤں میں ہے جذبِ عارفانہ

کہاں سے اے نشترؔ پایا ہے تو نے
غریبی میں شکوہِ خسروانہ

ایک عزیز سے

اس طرح گردش میں ہیں کچھ آسماں
منقلب پھر ہو رہے ہیں خاکداں

آسماں پر تابشِ انجم نہیں
اور ہے تاریک بزمِ خاوراں

چشمِ مومن سے ابھی تک منتظر
کیوں تجلّی ہے نگاہوں سے نہاں

حسنِ مغرب کی جھلک تقویٰ شکن
عشقِ مشرق داستانِ خونچکاں

ہے ضمیرِ کن فکاں محکم یقیں
دل میں تقویٰ ہو اگر جلوہ کناں

پھر خدا ہوتا ہے خود ہی کارساز
تیری نیت رہبرِ کون و مکاں

نورِ ایماں قلبِ زندہ کا ثبوت
تقویٰ ہر ذی روح کا روحِ رواں

صاحبِ دل ہے اگر وسعت طلب
صاحبِ تقویٰ کا دل ہے بیکراں

تقویٰ ہے عزمِ مجاہد کی زرہ
سیرت و کردار ہیں تیر و سناں

تقویٰ پڑھتا ہے وغا میں بھی نماز
تقویٰ دیتا ہے محاذوں پر اذاں

تقویٰ آئینِ الٰہی کا نفاذ
تقویٰ فرمانِ شہہ کون و مکاں

تقویٰ چڑیوں کو بنا دیتا ہے باز
کرتا ہے آہو کو یہ شیرِ ژیاں

تقویٰ کامل بدستِ حق شناس
خود ہی بن جاتا ہے دستِ کامراں

زندگی سود و زیاں ہے سربسر
اور تقویٰ بے نیازِ دو جہاں

تقویٰ دل کی آرزوؤں کو نوید
تقویٰ فطرت کا ہے اک سرِّ نہاں

"انتم الاعلون" انجامِ دلیل
اور اتقاکم ہے آغازِ بیان

تیری قوت بزمِ ہست و بود میں
ہے یقیناً غمگسارِ بے کساں

دستِ لرزاں کے لیے ہے دستگیر
تیرا دستِ آہنی اے نوجواں

یادگارِ عظمتِ رفتہ ہے تو
ترا مستقبل ہے مہرِ زرفشاں

ہو جو سرگرمِ عمل صبح و مسا
بس وہی ہے کامگارِ دو جہاں

اک تگاپوئے مسلسل زندگی
ایک پیہم کشمکش میں جسم و جاں

عالمِ تقدیر تیرے ہاتھ میں
خامیٔ تدبیر سے تو سرگراں

ہمتِ عالی، یقیں پیہم عمل
آدمی کے ہیں یہ اوصافِ عیاں

جوہرِ ذاتی کے باعث اے عزیز
ہے نوا میری حریفِ آسماں

آج ہے جبریلؑ میرا ہمنوا
اور قدسی ہم صفیر و ہم عناں

دونوں عالم میرے در پر جھک گئے
مل گیا جب مجھ کو دل کا آستاں

ناقہ و محمل تصرف میں مرے
تیری منزل ہے غبارِ کارواں

میری کشتی کا خُدا ہے ناخُدا
دامنِ ساحل ہے اک سیلِ رواں

ہو گئی تشہیر میرے راز کی
آج برہم ہے مزاجِ رازداں

موت کر دیتی ہے تکمیلِ حیات
زندگی ہے نامکمل داستاں

مطلعِ انوارِ عالم بن گئے
ریگِ فاراں ہو گئی جب ضَو فشاں

بن چکا ہے لا اِلٰہ فردوسِ گوش
اب نوائے اِلّا اللہ ہے جنت نشاں

کارفرما ہو اگر ذوقِ چمن
ہے بیاباں بھی ثمر باغِ جناں

نوا ریزی

مشرق سے کرن پھوٹی مرغانِ سحر جاگے
وہ چاند ہوا پانی وہ مات ہوا تارا

ہر سمت گل افشاں ہے فطرت کی نوا ریزی
ہر شے میں نمایاں ہے فردوس کا نظارا

ہاں مردِ مجاہد اُٹھ پھر تیغ و سناں لے کر
ہمت ہو جواں جس دم دل دیتا ہے خود یارا

مسکینی و محکومی تقدیر نہ بن جائے
مُردہ ہے تو بے حس ہو زندہ ہے تو کر چارا

سوزِ شبنم

بصیرت کیا بصارت کی نظر کیا ۔۔۔ غریبوں کے لئے تاج و کمر کیا
اگر تارے نہ ٹوٹیں آسماں سے ۔۔۔ تو پھر لطفِ سفر اے ہمسفر کیا
نہ گونجے جس میں آوازِ مجاہد ۔۔۔ فضا کیا اور وہ نورِ سحر کیا
کہاں ہے آبِ گوہر سوزِ شبنم ۔۔۔ کلی ہے تشنہ تو بادِ سحر کیا
بطرزِ نو نہیں گر سوزِ فریاد ۔۔۔ تو پھر ہوں گے جہاں زیر و زبر کیا
لٹائیں جو نہ جلوے دو جہاں کے ۔۔۔ وہ اربابِ نظر ہیں دیدہ ور کیا
اگر احرام کی حسرت نہیں ہے ۔۔۔ تو پھر کیا بوریا اور تارِ زر کیا
جہاں شہباز ہوں قانع قفس پر ۔۔۔ وہاں پرواز کیا اور بال و پر کیا
تری صنعت نہیں شائستۂ حسن ۔۔۔ نہ ہو ضربِ محمدؐ تو ہنر کیا
نوائے شاعر و سوزِ مغنی ۔۔۔ بجز یک دو نفس تابِ شرر کیا
مرا مقصود ہے اک سوزِ جاوید ۔۔۔ مرے مقصود کی تجھ کو خبر کیا
اگر تقدیر میں ہو تیرہ بختی ۔۔۔ شبِ ظلمات کیا نورِ سحر کیا

جہاں ہو اتحادِ برق و برفاب　　　وہاں سرگرمیٔ برق و شرر کیا

اگر پھوٹیں نہ کانٹوں سے بہاریں
تو پھر کیا شاخِ گل برگ و ثمر کیا

خُدا کی تلاش ہے

سرِ طورِ دیدۂ عشق کو ابھی اک ضیا کی تلاش ہے　　　وہ جو قدسیوں کا مقام تھا پھر اُسی فضا کی تلاش ہے

تجھے حال و قال سے ہے غرض مری ذکر و فکر پہ ہے نظر　　　کہ میں بے نیازِ مآل ہوں تجھے مدعا کی تلاش ہے

میں کسی کے در پہ نہ جھک سکا کہ مرا شعار خودی رہا　　　میں تو خود امیرِ جنوں رہا ہوں تجھے رہنما کی تلاش ہے

تو غبارِ ناقہ میں مست ہے مری ٹھوکروں میں ہیں منزلیں　　　کہ تجھے حرم کی ہے جستجو مجھے نقشِ پا کی تلاش ہے

وہی ضربِ خُلقِ محمدیؐ وہی سوزِ قلبِ خلیلؑ کا　　　رہے بُتکدہ ابھی منتظر کہ مجھے خُدا کی تلاش ہے

نہ پتہ ملا کہیں خضرؑ کا نہ خبر ملی کہیں نوحؑ کی　　　مری کشتیٔ ہمہ گیر کو کسی ناخُدا کی تلاش ہے

وہ مقامِ ہوش و نظر کہاں بڑا سخت دل کا ہے معرکہ　　　کہ میں انتہا سے نکل چکا تجھے ابتدا کی تلاش ہے

کہیں بیقرار ہیں رحمتیں کہیں مضطرب ہیں نوازشیں　　　کہ میرے عمل کی کتاب میں انہیں اک خطا کی تلاش ہے

مری دسترس میں سکندری مری شاعری ہے قلندری
کہ نفس نفس کو مرے ثمرِ غمِ جانفزا کی تلاش ہے

اے آشناورِ سطح ہیں تیری نظر — قلزمِ ہستی ہے ذخّار و عمیق
عظمتِ فاروقؓ اور دلقِ اویسؓ — یہ ہیں درویشی میں شاہی کے طریق

مقامِ نصوح

کوئی خلیلؑ کوئی ہے کلیمؑ کوئی نوحؑ — رسولِ پاکؐ مگر دو جہاں کے ہیں ممدوح
جہاں میں فطرتِ مومن مقدّس و طاہر — وجودِ عشق کی یعنی بڑی سعید ہے روح
ستیزہ کار ہے احساس کی فراوانی — کہ ذرّہ ذرّہ زمانے کا ہو گیا مجروح
نبردِ عشق میں مومن ہے ایک سیفِ اللہ — کہ تیغِ عشق کو یکساں ہیں فاتح و مفتوح
جو شرحِ اشکِ ندامت ہے لا تثریب — تو اوجِ عرشِ معلّیٰ پہ ہے مقامِ نصوح
عروجِ عظمتِ انساں کشادہ ظرفی ہے — درود و کلمہ و تسبیح وردِ شام و صبوح
کمالِ درد کی توہین ہے یہ چارہ گری — متاعِ زیست ہیں میرے لئے جگر کے قروح

مدرسۂ فرنگ

رہے فسردہ و بے ذوق ذکر و فکر و علوم
کہ ہے فرنگ کی تعلیم ہی بہت مسموم

وہ حُریت کا تخیّل کہاں سے پیدا ہو
کہ درس گاہ میں ہے قتل گاہ کا مفہوم

نہ مطمئن ہیں معلّم نہ شائقینِ ہنر
"نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم"

یہی ہے پیرِ کلیسا کے مدرسے کا نظام
رہے نہ ذوقِ محبت تو پختہ ہو محکوم

خدا بچائے مسلماں کو اس فراست سے
جو آدمی کو بنادے متاہل و مجذوم

ہے ایک زہرِ ہلاہل تری کتب خوانی
کمالِ ظلم و جہالت ہے مدرسوں کا ہجوم

متاعِ دیں ہی حقیقت میں جامِ کوثر ہے
علومِ غرب کی شہد افگنی ہے آبِ زقوم

ترے لئے تو ہے اُمّ الکتاب نور و حضور
یہی نصابِ عمل ہے یہی ترا مقسوم

غمیں نہ ہو کہ ہے لاتقنطو مقام ترا
زیادہ کم کا ہے مالک خدائے حیّ و قیّوم

ضربِ قاہر

نہ تو دردِ دل سے واقف نہ میں سوزِ دل کا ماہر
مرا درد ہے بہ باطن ترا سوز ہے بظاہر

وہ ٹھٹھر رہی ہے حسرت یہ سکڑ رہے ہیں ارماں
نہ خیال تیرے طبیب نہ ترا ضمیر طاہر

یہ مرے جگر کی پھانسیں کہ سسک رہی ہیں روحیں
نہ تو میرے دل میں پنہاں نہ میں تیرے دل پہ ظاہر

ترا احتساب یہ ہے کہ دماغ مضمحل ہیں
تری دل شکن نگاہیں مرے دل کی ضربِ قاہر

ترے چشم و لب پہ طاری ابھی رنگِ ساحری ہے
کہ جہانِ خیر و شر میں وہی جنگِ زرگری ہے

قوّتِ مرصوص

جو تیرے عشق و یقیں میں جنوں کے ہوں آثار
ہو دو جہاں کی امانت ترے لیے مخصوص

نظر عمیق، دلِ بے نیاز، عزم بلند
یہی ہے بندۂ مومن کی قوّتِ مرصوص

ہزار نغمہ تری لرزشِ نظر سے اُٹھے
اگر ہو سازِ محبت میں ایک تارِ خلوص

یہاں جو انتم الاعلون کی بنیں تفسیر
انہیں کے واسطے لاخوف و یحزنون کی نصوص

سحرِ فرنگ

مومن کے دل سے ذوقِ دعائے سحر گیا
عزم و یقین و شوق گدازِ جگر گیا

کیفِ نظر سے ہو گئی تکمیلِ دو جہاں
رسمِ تعینات میں ذوقِ نظر گیا

لبیک کہہ رہا ہوں نوائے سروش پر
جبرئیل مجھکو واقفِ اسرار کر گیا

بے کار جستجو ہے تری طور پر کلیمؑ
جلوے بھی ساتھ ہی گئے جب جلوہ گر گیا

سعیٔ بلیغ جوششِ عمل ہمرکاب تھے
جب طائرِ خیال مرا عرش پر گیا

بدلے نہ تیرے سیرت و کردار اے تمرؔ
سحرِ فرنگ کا نہ ابھی تک اثر گیا

جہد للبقا

تفویض ہے ازل سے تجکو اگر فطانت
وجدان و فکر تیرے ملّت کی ہیں امانت

افسوس آج تو ہے مجبورِ بے نوائی
تخلیقِ دو جہاں کا باعث تری فہانت

قلب و نگاہ زنداں روح و سکوں ہیں گنزراں
خود اعتمادیاں ہیں ایمان کی ضمانت

میرِ سپہ کی سیرت - کردار ہے سپہ کا
کرنوں کا جمع ہونا شبنم کی ہے دیانت

ماحول کے قفس میں سیرت مری نمایاں
ذلّت کا میری باعث ہیں نفرت و اہانت

حور و ملک میں آخر سنجیدگی ہے کس کی
مومن ہے شوخ فطرت قدرت فقط متانت

مصروف ذرہ ذرہ ہے جہد للبقا میں
اس خیر میں بھی لیکن شر کی ہے کچھ خیانت

ہر شاخ ہر کلی سے تازہ ثمر ہے پیدا
فطرت کی گود میں ہے قدرت کی اک امانت

الماس کی کانیں

آشوبِ دہر نے جب وہ لَے ہی توڑ ڈالی
وجدان و فکر کی پھر کیوں بند ہوں زبانیں

ہیں سازِ تزلزل سے کہسار ریزہ ریزہ
باقی سماعتوں میں ہیں قاریوں کی تانیں

گرداب کی کشاکش طوفان کے تھپیڑے
اُمید کے سفینے لہروں کی ہیں چٹانیں

ایثار کے ہیں ترکش شاعر بھی ہیں رجز خواں
چلتے ہیں غازیوں کے اِسلام کی کمانیں

ضربِ محمدیؐ سے ہیں پاش پاش عالم
خیبر کی سب فصیلیں خندق کی سب چٹانیں

یہ ربطِ دین و دُنیا ہے عکسِ جام و صہبا
معدن زماں ہی کے الماس کی ہیں کانیں

گردوں فرازیوں میں عظمت کی ہے نشانی
تیری خودی میں پنہاں اسلام کی اُٹھانیں

ہے دو جہاں میں نافع ایثار کی تجارت
قربانیوں سے تیری چمکیں گی پھر دُکانیں

مقاماتِ محبت

عشق کے ہاتھ میں جب تیغِ دو سر ہوتی ہے
خود بخود بزمِ جہاں زیر و زبر ہوتی ہے

غیر محدود جب انساں کی نظر ہوتی ہے
پھر مقاماتِ محبت کی خبر ہوتی ہے

گونج اُٹھتی ہیں مجاہد کی اذانیں پیہم
جب مرے دل کے شبستاں میں سحر ہوتی ہے

لوحِ اسرار پہ ہو عقدِ ثریا مرقوم
شبِ ظلماتِ تمنّا میں سحر ہوتی ہے

آنکھ روشن ہو تو ذرّہ بھی ہے تارے کا جواب
ہو اگر دل میں بصیرت تو خبر ہوتی ہے

لوگ شاعر کو سمجھتے ہیں فرشتوں کا جلیس
مرے مفہوم کی کب ان کو خبر ہوتی ہے

یہ ترے لطف کی بارش یہ تبسم یہ ضیا
دُور افسردگیِ برگ و ثمر ہوتی ہے

قطعِ نظر

یہ نقص آہ کا تھا کہ وحشت اثر ہوئی — اٹھی نگاہِ شوق تو دل کو خبر ہوئی

منصور و کامیاب ہے جہد و عمل کی تیغ — جنگاہ میں دعا نہ فقط کارگر ہوئی

تیری اذاں میں چاہیے سوزِ بلالؓ بھی — غازی نے جب اذاں کہی پیدا سحر ہوئی

یہ آج کون محوِ فغاں ہے دمِ سحر — تقدیرِ کائنات جو زیر و زبر ہوئی

ہر ذرہ آفتاب کا بنتا رہا جواب — قطعِ نظر سے عشق میں پیدا نظر ہوئی

ہوتا ہے ذوقِ شعر میں جبریل ہم کلام — میری نوائے عشق ہی پیغام بر ہوئی

کیا رہ گئی تھی درد میں کوئی کمی ہنوز
کیوں دل کو پھر شکست یہ بارِ دگر ہوئی

اسلوبِ نگارش

عشق سوزِ زندگانی کا کمال
حُسن رکھتا ہے فقط حُسنِ خیال

حُسن ہے اس ذاتِ یکتا کا جمال
عشق ہے صدیقؓ و فاروقؓ و بلالؓ

عشق معقولات کی معراج ہے
حُسن موجودات کا ہے اعتدال

اے مسلماں کارزارِ زیست میں
تو نہیں آیا بطورِ یرغمال

گلشن و دریا ترے محتاج ہیں
ہیں ترے زیرِ نگیں دشت و جبال

مردِ مومن کے لئے تیغ و سناں
نورِ ایمان و یقیں اکلِ حلال

وقت کا انداز ہے منزل شناس
کارواں میں ہے مگر قحطِ رجال

جامِ جم تیرے لئے وجہہ سرور
دل کشا میرے لئے جامِ سفال

آج ہیں کم ظرف منعم اور عزیز
ارذل و مقہور ہیں اہلِ کمال

رشتۂ احساس اعصاب و عروق
سلکِ ہر اور ید دندان و خلال

ساکت و خاموش ہے سارا جہاں
نکتہ سنج شوق کا حُسنِ کم سوال

رہنمائی کی ضرورت ہو اگر
ضَو فگن ہیں آج بھی بدر و ہلال

منتظر ہے قیس پھر تیرے لئے — لیلیٔ بے تاب کی چشمِ غزال

میرا اسلوبِ نگارش اور ہے — اور شئے ہے اُن کا اسلوبِ خیال

صوت اور الفاظ میں ہے دِل کشی — شعر ہے تاثیر میں سحرِ حلال

سانس کی ٹھوکر زباں کی ٹھیس سے — شعر کے شیشے میں آجاتا ہے بال

شعر ہے اک زمزمۂ داؤد کا — زیر و بم کا اک مقامِ اتصال

بحر مشکل اور زمیں ہو سخت تر — دیدنی ہو پھر تگ و تازِ خیال

طور و فاراں سازگارِ عشق ہیں
کیوں نہیں تجھکو ثمر تابِ جمال

ربطِ کائنات

گرمیٔ بزمِ جہاں ہے مردِ مومن کی حیات — ہے اِسی قوّت سے ربط و اتّحادِ کائنات

عالمِ امکاں کی گردش بھی اِسی محور پہ ہے — اور اِسی عظمت کے مرکز پر ہیں قائم شش جہات

غزنوی ہوتا ہے جب ذوقِ جہد سے آشنا — ٹوٹ جاتا ہے بہ یک تکبیر سحرِ سومنات

آیۂ اعلون کی تفسیر ہو از بر جسے
اس کا وردِ زندگی ہے نغمۂ صوم و صلوات

ہے مرا سوزِ یقیں میرے لئے وجہِ سکوں
زندگی اک حادثہ ہے درمیانِ حادثات

جو گذرتی ہے مرے دل پر وہ ہو جاتی نظم
شعر کی تسوید بھی ہے ترجمانِ واردات

پیش ہونا ہے حضورِ حق میں تجکو اے ثمرؔ
اور ہے ان کے کرم پر منحصر تیری نجات

بصیرتِ سرمدی

مجھے یقیں تھا تری نگاہِ جمیل سے آگہی ملے گی
سکونِ مطلق نصیب ہوگا بصیرتِ سرمدی ملے گی

ابھی گلستاں میں ہیں پریشاں عروسِ ہستی کی آرزوئیں
تری گل افشانیوں سے جن کو بشاشت و تازگی ملے گی

درِ محبت پہ رکنے والے سرِ عقیدت کو بھی جھکا دے
یہیں سے تجھ کو خدا ملے گا اسی جگہ سروری ملے گی

تلاش تجھ کو اگر خدائی میں زندگیٔ دوام کی ہے
شہید کے خونِ دل میں جولاں حرارتِ زندگی ملے گی

خدا سے شکوہ عبث ہے تیرا خدا علیم و حکیم بھی ہے
وہ خود ہی بخشے گا جامِ کوثر اگر تجھے تشنگی ملے گی

جو شامِ فرقت کے کچھ اندھیرے جبینِ ملت پہ چھا رہے ہیں
"انہیں اندھیروں سے بزمِ گیتی کو ایک دن روشنی ملے گی"

سمجھ نہ اس کو تو شعرِ موزوں میری غزل ہے پیام میرا
اسی سے سازِ حرم چھڑے گا یہیں نوائے خودی ملے گی

حریمِ خضرا ہے ایسا مرکز جہاں تجھے اے ثمرؔ ہمیشہ
جو سرِ خرد حیدریؓ ملے گی تو سرنگوں قیصری ملے گی

طرزِ گفتگو

ترے حضور میں سجدوں کی آرزو ہی رہی
ہوس پذیر طبیعت بہانہ جُو ہی رہی

کہیں حریم محبت کا آستاں نہ ملا
سرِ غیور کو جھکنے کی آرزو ہی رہی

بلند نکلا فرشتوں سے ظرف انساں کا
خُدا کا شکر ہے انساں کی آبرو ہی رہی

کوئی منازلِ ہستی سے ہمکنار رہا
کسی کو جادۂ منزل کی جستجو ہی رہی

فقیہہ شہر رہا ہے عمل سے بیگانہ
کہ خانقاہ میں باقی نوائے ہُو ہی رہی

بہارِ نزہتِ گلشن تو لے اُڑی شبنم
کلی کے دل میں تمنائے رنگ و بو ہی رہی

رہِ عمل میں نہ فرصت ملی تکلّم کی
حیات بے خبرِ طرزِ گفتگو ہی رہی

طرحِ نو

اگر وہ شرحِ گلستاں کا فیصلا کرتے — سکوتِ لالہ و گل کو بھی ہمنوا کرتے

جنھوں نے سوزشِ غم کی اٹھائی تھی تمہید — وہی فسانۂ ہستی کی انتہا کرتے

مجھے یقیں ہے کہ تقدیر ہی بدل جاتی — اگر وہ ہاتھ اٹھانے کا حوصلا کرتے

وہ دیکھ لیتے محبت کی رفعتِ پرواز — اگر قفس کے اسیروں کو خود رہا کرتے

غلط روی سے منازل کا بُعد بڑھ جاتا — ہم انتظار نہ کرتے تو اور کیا کرتے

تری نگاہِ کرم کا کمال دیکھ لیا — تمام عمر کٹی عرضِ مدعا کرتے

جو علم ہوتا کہ رہبر ہی لوٹ لیں گے ہمیں — جنابِ خضر کو ہرگز نہ رہنما کرتے

وہ جس کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے — اسی کے پیش محبت کا ماجرا کرتے

زبانِ حال پہ نغمے بھی بن گئے فریاد — ترے حضور میں پہونچے خدا خدا کرتے

تم حضورِ رسالت مآبؐ میں جھک کر — عروجِ ملتِ بیضا کی التجا کرتے

گل و گیاہ

خرابِ دردِ محبت کو بے قرار کیا
خطا شعار کو تم نے شریکِ کار کیا

تری نگاہ نے بدلے ہیں واقعاتِ حیات
ترے خیال نے ماحول سازگار کیا

گل و گیاہ سے پوچھوں کہ عندلیبوں سے
یہ کس نے دامنِ لالہ کو تار تار کیا

نوید دے کے مجھے انقلابِ فردا کی
انہوں نے دردِ تمنّا کا اختصار کیا

خزاں نے مجھ کو دیا مژدۂ بہار مگر
یہ راز اُن کی نظر نے نہ آشکار کیا

وہ سوز بخشا عناصر کو میری آہوں نے
کلی کلی کو گلستاں میں اشکبار کیا

کسی کو جادۂ منزل کی آرزو بخشی
کسی کو کعبۂ منزل سے ہمکنار کیا

تری نگاہ نے قطرے بنا دیئے گوہر
اُٹھا کے ذرّے کو ہمدوشِ کوہسار کیا

ہاں ایک بندۂ مزدور کو کرم نے ترے
دیارِ شعر و محبت کا شہریار کیا

ہر اک غزل کو مرقّع بنا دیا اس نے
ہر ایک مصرعے کو تمہیدِ شاہکار کیا

ہوئیں بہشت کی شادابیاں نصیب اسے
خزاں کو ہم نے ثمر خالقِ بہار کیا

شائستگی

آگہی میرے لئے وارفتگی میرے لئے
ہے نگاہِ شوق کی شائستگی میرے لئے

یہ مہ و خورشید کیا ہیں بزمِ کائنات میں
زندگی رخشندگی تابندگی میرے لئے

تیری رحمت نے کیا ہے بے نیازِ خاکدان
کوثر و تسنیم کی ہے تشنگی میرے لئے

حسن کی شوخی تری خاطر نگاہِ جبرئیل
اک نظر کا حاصلِ سنجیدگی میرے لئے

انتخابِ خار و گل ہے باغباں کے واسطے
لالہ و سبزہ و سمن کی تازگی میرے لئے

آنسوؤں سے بجھ نہ جائے دیکھنا دل کی لگی
تو برائے دل لگی دل کی لگی میرے لئے

کیا ترے سوزِ محبت کا تقاضا ہے یہی
موت بنتی جا رہی ہے زندگی میرے لئے

وہ محبت اب کہاں رسمِ مروّت بھی گئی
ہے نگاہِ دوست کی بیگانگی میرے لئے

سادگی میں میں نے پائے ہیں رموزِ کائنات
دونوں عالم کی بہائے سادگی میرے لئے

زیست کا عنوانِ رنگیں ہے شہادت کا مذاق
زندگی میرے لئے پائندگی میرے لئے

میں تری ذاتِ گرامی کا خلاصہ ہوں مگر
تو سزاوارِ ستائش بندگی میرے لئے

میں محمدؐ مصطفےٰ کا نام لیوا ہوں ثمرؔ
سروریؐ و حیدریؓ و خواجگی میرے لئے

سرابِ زندگی

بروئے کارِ فطرت چارسو معلوم ہوتی ہے
مگر دل میں نہاں اک آرزو معلوم ہوتی ہے

ترے فیضِ قدم سے گلشن و صحرا مزیّن ہیں
نظر تیری بہارِ رنگ و بو معلوم ہوتی ہے

معطر ہے مشامِ جاں مرا معمول سے بڑھ کر
پریشاں ان کی زلفِ مشکبو معلوم ہوتی ہے

یہ ہے اک جزر و مدِ موجِ سرابِ زندگانی کا
بظاہر نرم رو سی آبِ جو معلوم ہوتی ہے

حضورِ دوست بھی ہے اور جلووں کا تلاطم بھی
نگاہِ موت کتنی خوب رُو معلوم ہوتی ہے

زمانہ اک نئی کروٹ پہ سجدہ ریز ہے شاید
نگاہِ آرزو بھی با وضو معلوم ہوتی ہے

بھٹک جائے نہ میرِ کارواں ہی راہِ منزل سے
حُدی خواں کو خضر کی جستجو معلوم ہوتی ہے

مآلِ خندۂ گل سے نہیں واقف نظر اس کی
کلی محوِ تمنائے نمو معلوم ہوتی ہے

میں خود ہی کارزارِ زیست کی قدریں بدل ڈالوں
اسی میں زندگی کی آبرو معلوم ہوتی ہے

دھڑکتی ہیں ابھی تعمیرِ کائنات کی نبضیں
رگ و پے میں کسی کی آرزو معلوم ہوتی ہے

پریشاں ہے نوائے شاعری لیکن غزل میری
فقیہانِ حرم کی گفتگو معلوم ہوتی ہے

سنگِ میل

نہ آرزو نہ تمنا نہ گفتگو نہ دلیل
تری نگاہ سے دنیا ہی ہو گئی تبدیل

نہاں تھے خانۂ دل میں فسانہائے جمیل
سنا سکے نہ دبستانِ شوق کی تفصیل

میں جانتا ہوں محبت کا منتہیٰ کیا ہے
خرابِ حسنِ ازل تھی نگاہِ جبرائیل

ابھی قدم نہ اُٹھے تھے کہ آ گئی منزل
سُنا تھا ہم نے کہ راہیں تری بہت ہیں طویل

اِسی اُمید پہ برسوں رہا رہینِ ستم
کبھی تو ہوں گے وہ آ کر میری نظر کے کفیل

میں تیرے ذوقِ ستم کے لئے کروں ساماں
نکل ہی آئے گی کوئی ترے کرم کی سبیل

مرا کمال تجھے کس طرح نظر آئے
کہ تیرا ذوقِ تجسس ہے تشنۂ تکمیل

میں کیا کروں ترے اندازِ رہنمائی کو
کہ سنگِ راہ کبھی بن سکے نہ سنگِ میل

مری نوائے پریشاں پہ بدگماں ہو کیوں
کہ میں نے کی ہے بہر حال حکم کی تعمیل

اُسی نے بخشی ہے میرے قلم کو بے باکی
وہی ہے حسنِ مراعات و صنعتِ تعلیل

تجھے خطاب کروں یا ترا جواب لکھوں
یہ میرے ذوقِ تکلم کی ہے ثمر تذلیل

مجبور و مختار

تیرے جلوے ہیں نظر میں اور تجھ سے دُور ہوں
اک طرح مختار ہوں میں اک طرح مجبور ہوں

مہر و ماہ و مشتری کرتے ہیں سب کسبِ ضیا
میں ہوں فاراں کی تجلی میں چراغِ طور ہوں

حُسن کے جلووں میں پنہاں تیرا رنگ و نور ہے
میں نظامِ عشق کی تکمیل پر مامور ہوں

ارتقائی منزلوں پر ہے مرا ذوقِ وفا
میں جفائے دوست سے ممنون ہوں مسرور ہوں

آدمیت کا محافظ داعیِ پیغامِ حق
آپ کی نظروں میں لیکن آج کل مقہور ہوں

رونقِ کون و مکاں ہیں یہ مرے جذب و سلوک
میں بقدرِ ظرف جذب و ضبط سے معمور ہوں

میں ہوں غیرت مند میرا عشق بھی خوددار ہے
تو سمجھتا ہے مجھے اے دوست میں مغرور ہوں

یہ مری خود اعتمادی یہ مرا پندارِ شعر
حُسن کا آئین ہوں میں عشق کا دستور ہوں

میرے عالی ظرف پر ہے دونوں عالم کی نظر
یہ مجھے تسلیم ہے اک بندۂ مزدور ہوں

ہر نفس میں بولتی ہے اے ثمر میری انا
میں فقیہانِ حرم میں نعرۂ منصور ہوں

اعلائے حق

ہم اپنے دردِ دل کو نمایاں نہ کر سکے
پیدا لہو میں جوشِ فراواں نہ کر سکے

افسوس سازگار مقدر نہ ہو سکا
ہم اعتبارِ گردشِ دوراں نہ کر سکے

کیوں ان کے لب پہ گوہرِ غلطاں کا ذکر ہے
جو اشکِ غم کو قطرۂ نیساں نہ کر سکے

دل کو چراغِ شامِ غریباں بنا لیا
ہم انتظارِ صبحِ درخشاں نہ کر سکے

دستِ جنوں سے جیب و گریباں ہے چاک چاک
ہم احترامِ فصلِ بہاراں نہ کر سکے

اعلائے حق میں کٹ گئی اپنی زباں مگر
فریادِ انقلابِ گلستاں نہ کر سکے

تصادم

فضاؤں میں تصادم ہو رہا ہے
نشانِ زندگی گُم ہو رہا ہے

سفینے کی نگہداری میں حائل
کناروں کا تلاطم ہو رہا ہے

مری خاموش آہوں سے نمایاں
ترا لطفِ تکلّم ہو رہا ہے

کسی کی مسکراہٹ پر تصدق
بہاروں کا تبسّم ہو رہا ہے

نہ گوہر بن سکے شبنم کے قطرے
مگر ہر اشک انجم ہو رہا ہے

حدیں کون و مکاں کی مل رہی ہیں
نگاہوں کا تصادم ہو رہا ہے

ہے منزل سامنے لیکن حُدی خواں
غبارِ راہ میں گُم ہو رہا ہے

شکستہ ہے ثمر سازِ تمنّا
مگر پیدا ترنّم ہو رہا ہے

نکتہ رس

محمل نہیں درا نہیں بانگِ جرس نہیں
افسوس کارواں میں کوئی نکتہ رس نہیں

تیرا خیال سدرہ و کرسی کا ہے جلیس
لیکن زمیں پہ کوئی مرا ہمنفس نہیں

فطرت کا انتقامِ محبت عجیب ہے
ہوں آشیاں میں قید اسیرِ قفس نہیں

تیرے تصورات لگاتار تابناک
میرا فروغ کشمکشِ یک نفس نہیں

مانا کہ عرش تاز ہے جبرئیلؑ کی اڑان
تیری اڑان عرشِ بریں تک ہی بس نہیں

سوزِ نہاں تو دیتا ہے مدّت سے دعوتیں
ان بلبلوں کے پاس مگر خار و خس نہیں

وہ ہاتھ کس طرح ترے دامن کو کھینچ لے
اپنے ہی پیرہن پہ جسے دسترس نہیں

آزادیٔ دوام کی تکمیل ہو گئی!
فطرت کا شکریہ کہ چمن میں قفس نہیں

تعمیرِ کائنات ہے تخریب کی بنا
اے دوست مجکو جینے کی مطلق ہوس نہیں

الفاظ خود ہیں شرحِ معانی سے ہمکنار
لیکن غزل میں حدتِ سوزِ نفس نہیں

ترکِ تمنّا

اشکِ شبنم نے بہائے رنگ و بو پھیلا گئے
کاش پھر کوئی چمن میں چاک پھولوں کے سیئے

خاک کے ذرّوں میں پنہاں ہے دماغِ مہر و ماہ
قطرۂ ناچیز ہے دریا کی پہنائی لئے

میں نوازشہائے بے پایاں کو تیری کیا کروں
دل مرا بے تاب ہے ترکِ تمنّا کے لئے

زیست کا مفہوم ہے سرمایۂ ذوقِ شعور
سوچتا ہے آدمی اعزازِ دُنیا کے لئے

جس کی نادانی پہ دن بھر مہرِ تاباں گرم رو
اُسکی غفلت پر ستارے رات بھر رویا کئے

تیرے الطاف و کرم ہیں بے کراں بالکل درست
اسکو کیا کہیئے جو ہر خواہش پہ خونِ دل پیئے

ساقیا اس کی نگہ ہے ترجمانِ واردات
ہو گیا مخمور جو محفل میں تیری بن پیئے

موت اس کی ہے جسے حاصل ہو تیرا اعتماد
زیست اسکی ہے جو یکسر تیرے وعدے پر جیئے

ایک بھی نشتر نہیں ٹوٹا دہانِ زخم میں
تم نے گو چرکے لگائے اور کچوکے بھی دیئے

میں نے اس ماحول کی تاریکیوں میں اے ثمرؔ
لالۂ صحرا کی صورت کچھ جلائے ہیں دیئے

جلترنگ

ہر چیز پُر شباب ہے ہر شے میں ہے امنگ
ذرّے ہیں تابناک ستارے ہیں شوخ و شنگ

جو نامتمام دِل کا فسانہ رہا کبھی
ذوقِ نظر سے ہو گئی تکمیل آب و رنگ

جانِ حیات زندگی جلنے کا نام ہے
شمعِ حیات لَو پہ تری جل اُٹھے پتنگ

کچھ کارواں کا شوق نہ آیا بروئے کار
کچھ غیب سے بھی وسعتِ صحرا ہی ہے تنگ

پھر دے رہا ہے زیست کے نغمات کا ثبوت
ذرّوں کا سوز و سازِ ستاروں کا جلترنگ

اس نورِ دو جہاں سے عبارت ہے زندگی
اس رحمتِ تمام سے ہے موجِ آب و رنگ

پھینکی گئی ہیں طور سے قصداً تجلیاں
دانستہ ضربِ شوق سے توڑے گئے ہیں سنگ

یہ کس کے سوزِ درد کی تاثیر ہے عرشؔ
میدانِ کارزار سے اُٹھی نوائے چنگ

توصیفِ انجام

ہم تو پیغام کی تعریف کیا کرتے ہیں
شعر و الہام کی تعریف کیا کرتے ہیں

آ کے اک ضربِ براہیمؑ کا نظارہ کریں
وہ جو اصنام کی تعریف کیا کرتے ہیں

تیرے احکام پہ اے کاش عمل پیرا ہوں
جو ترے نام کی تعریف کیا کرتے ہیں

کارواں جادۂ ہستی سے گذرنے والے
میرے ہر گام کی تعریف کیا کرتے ہیں

جلوۂ صبحِ محبت نے بڑھا دیں شمعیں
ورنہ ہم شام کی تعریف کیا کرتے ہیں

وہ تو از راہِ محبت تھی شکایت ورنہ
اُن کے ہر کام کی تعریف کیا کرتے ہیں

ہم تری مست نگاہی کے سہارے ساقی
گردشِ جام کی تعریف کیا کرتے ہیں

یونہی آنکھوں سے بہے جاتے ہیں آنسو لیکن
ہم تو آلام کی تعریف کیا کرتے ہیں

بہرِ آدابِ چمن طائر و صیاد بہم
دانہ و دام کی تعریف کیا کرتے ہیں

لوگ کرتے رہیں آغاز کی توصیف لمرؔ
ہم تو انجام کی تعریف کیا کرتے ہیں

مراتب

ہیں تیرے حُسن کے جلوے دل و نظر کے قریب
حریفِ ذوقِ تماشا نہیں نگاہِ غریب

یہ درد و داغ یہ سوزِ خلش یہ کاہشِ غم
خُدا کرے یہ مراتب ہوں تیرے دل کو نصیب

متاعِ عشق پریشاں رہی ہیولوں میں
مگر ہوس کے عناصر کو مل گئی ترکیب

خرامِ وقت کی تیزی اِسے نہ رَوند سکی
تباہیوں سے چمن کو ہوا فروغ نصیب

نقوش تیرے تمدن کے ہو گئے مدھم
فلک سے مٹ نہ سکی آج تک مری تہذیب

جو تیرے لطفِ محبت سے شاد کام رہے
انہیں عتاب کی دولت تو ہو سکی نہ نصیب

عجیب چیز ہے بت خانۂ جہاں اے عرشؔ
نگار خانۂ دل سے مگر نہیں ہے عجیب

خدائے سخن

خامشی ہے مری برائے سخن
تیری دُنیا ہے ماورائے سخن

گل و لالہ ہیں گوش بر آواز
موجِ شبنم میں ہے نوائے سخن

سازِ ہستی ہے ایک شعرِ لطیف
سوزِ ہستی ہے ارتقائے سخن

تلخیوں میں ہے زندگی کا سرور
خامشی بھی ہے اک ادائے سخن

شعر میرا برائے بیت سہی
زندگانی تو ہے برائے سخن

ذہنِ فطرت میں انفس و آفاق
قصرِ معنی پہ ہے لوائے سخن

مجھ کو بخشی رسولِ اکرم نے
خوابِ دوشیں میں اک ردائے سخن

شرحِ ہستی ہے اک طرازِ ادب
ہیں رسولِ خدا خدائے سخن

سکوں طراز

تیری اُمید کے سوا زیست کا آسرا نہیں — عشق کی ابتدا تو ہے عشق کی انتہا نہیں

صبحِ عجم سکوں طراز شامِ فرنگ سحر ساز — یہ بھی مری نوا نہیں وہ بھی مری نوا نہیں

سیلِ بلا میں کود جا تندیٔ موج سے نہ ڈر — بحرِ جنوں میں زحمتِ کشتی و ناخُدا نہیں

قیدِ مکان و لامکاں توڑ گیا مرا جنوں — بزمِ تعیّنات میں زیست کا مُدّعا نہیں

نغمۂ دل کشا مرا ترے لئے ہے سازگار — میری فغاں میں کیوں مگر گرمیٔ ارتقا نہیں

ضربِ نظر سے ہو گیا معرکۂ وجود طے — اُن سے شہیدِ عشق کا نقش مگر مٹا نہیں

ایک ہے تیرا التفات ایک ہے تیرا اجتناب — یہ بھی مری دوا نہیں وہ بھی مری دوا نہیں

سوزشِ آرزو میں ہے رازِ دوامِ زندگی
"جس کا عمل ہو بے غرض اس کی کوئی جزا نہیں"

جنسِ ہنر

سوزِ نفس روش روش سازِ نفس چمن چمن
بزمِ مکاں خطر خطر دورِ زماں فتن فتن

میری نوا میں مستتر نعرۂ ھُو کا ہے جواز
میری خودی ہے دار دار میری انا رسن رسن

تیری نگاہِ ناز سے جنسِ ہنر ہے رنگ رنگ
گوہرِ دل صدف صدف گوہرِ جاں عدن عدن

سوزشِ آرزو میں ہے رازِ دوامِ زندگی
پائے جنوں ہبک ہبک راہِ خرد شکن شکن

میری نگاہ بھی ہے خام تیری نگاہ بھی ہے خام
اس کی تلاش دشت دشت اُس کا سفر چمن چمن

میرے سجود یک جہت تیرا قعود چار سُو
میرا قیام سرو سرو تیرا نشان سمن سمن

تیرے کمالِ شعر میں کس کو کلام ہے ثمرؔ
تیرا نفس غزل غزل تیری نظر سخن سخن

کنام

موت ہے قدم قدم زندگی نظر نظر — زندگی عزیز ہے موت ہے عزیز تر

بعدِ صبح شام ہے بعدِ شام ہے سحر — یہ بھی درپئے سفر وہ بھی درپئے سفر

کلۂ کوہسار پر ہیں کنام خال خال — عام ہیں فضاؤں میں کرگسوں کے بال و پر

میں ہوں موجِ مختصر تو ہے بحرِ بیکراں — میں ہوں تشنۂ اثر تو ہے خالقِ اثر

یہ چناں و چیست کیا کارگاہِ زیست کیا — اضطراب کو بکو انتشار در بدر

اک خرامِ کہکشاں اک رحیلِ کارواں — ایک میری رہگذر ایک تیری رہگذر

میری جستجو بھی خام میری گفتگو بھی خام — "تیری آرزو" مگر آرزوئے پختہ تر

زندگی کے راز سے جلوہ ہائے ناز سے — دل بھی بے شعور ہے آنکھ بھی ہے بے خبر

آدمی کو اے ثمرؔ کارگاہِ فکر میں
زیست سے گریز ہے موت سے نہیں مفر

بابِ مسرّت

ہر شے میں تیرے جلوۂ رنگیں کا ہے شباب
تیرے بغیر عالمِ امکاں ہے اک سراب

ہر جنبشِ قلم میں ہے اک زیست کا نصاب
ہر ذرّہ تیری ضَو سے بنا ہے خود آفتاب

اے ناخدا وہ کشتی و ساحل کہاں گئے
سوزِ نظر ہے تشنۂ تکمیلِ موجِ آب

اے دوست آب و گِل کے توازن کو کیا ہوا
میں اور اُس حریمِ محبت میں بار یاب

وہ گیت جس کو کوئی مغنّی نہ گا سکا
وہ نغمہ جس کو پا نہ سکے بربط و رباب

تیرے اصولِ کار کا انجام ہے یہی
وجدان پر تسلطِ بے جا کا ہے عتاب

پاتا ہے پرورش میرے سوزِ دماغ سے
"نازک سا اک خیال پریشاں سا ایک خواب"

ہے خامشی بھی دردِ محبت کا اک پیام
آنکھوں سے بھی تو دل کا نمایاں ہے اضطراب

رہ جائیگا گلوں میں مرا رنگ و بُو ہنوز
کُھل جائیگا حریمِ مسرّت کا ایک باب

پرچھائیاں

حیرت افزا ہیں تخیّل کی فلک پیمائیاں
یہ تری شانِ کرم یہ انجمن آرائیاں

کیا کسی موسیٰؑ کی ان کو ہے تلاش و جستجو
وادیٔ ایمن میں ہیں بے تاب جلوہ زائیاں

کیوں نہیں آنسو میں تابش گوہرِ نایاب کی
قطرۂ شبنم میں کیوں ہیں بحر کی گہرائیاں

حُسن جب آمادۂ بیداد ہوتا ہے کبھی
عشق کی تقدیر بن جاتی ہیں بے پروائیاں

دوڑتا ہے ان کے پیچھے تو عبث دیوانہ وار
کیا کبھی پکڑی گئی ہیں زیست کی پرچھائیاں

میرا اعجازِ بلاغت بھی تو ہے تیرا کرم
یہ کلام بے نوا اور یہ اثر فرمائیاں

اُن کی خواہش ہے کہ ہر لحظہ نئی ہو انجمن
اے شرر تجھ کو نہ لے ڈوبیں کہیں تنہائیاں

افرنگ کے چراغ

حاصل ہے تیری چشمِ کرم سے مجھے فراغ
کیونکر نہ میرا عرشِ معلّٰے پہ ہو دماغ

اے ہم نفس بہار کے موسم کو کیا کروں
گہوارۂ خزاں ہے مری آرزو کا باغ

یہ تیرا اہتمامِ کرم ہے کہ شرق سے
گُل ہو گئے ہیں سطوتِ افرنگ کے چراغ

مُسلم سیاہ بخت سہی بے عمل سہی
روشن ہے کائنات میں قرآن کا چراغ

میرے نفس میں بادۂ رومیؒ کا ہے فروغ
میری نگہ میں حکمتِ اقبالؒ کا فراغ

میری خودی کو دیکھ کے کہتے ہیں کم نظر
شاعر تو با مذاق ہے لیکن ہے بددماغ

کہتا مَیں اِس زمین میں اشعار اور بھی
کچھ تنگ قافیہ ہے کچھ افسردہ ہے دماغ

اندازۂ طوفاں

دلِ انساں کو جب تک ترا عرفاں نہیں ہوتا — رہِ انسانیت کا مرحلہ آساں نہیں ہوتا

تری خاموشیاں بہتر سہی تیرے تکلم سے — مگر نظمِ محبت کا کوئی عنواں نہیں ہوتا

وہ کیا ذرہ کہ جس میں کھو نہ جائے وسعتِ عالم — وہ کیا قطرہ جو بڑھ کر چشمۂ حیواں نہیں ہوتا

دلِ انساں سے تاریکی کے بادل چھٹ نہیں سکتے — تجلی ریز جب تک جلوۂ ایماں نہیں ہوتا

رہے بیگانۂ تسلیم و سجدہ بھی جبیں اس کی — جو مرعوبِ نوازشہائے بے پایاں نہیں ہوتا

ترا ذوقِ طلب ہی ضامنِ اوج و نیابت ہے — بغیر آرزو انساں بھی انساں نہیں ہوتا

ابھی بدحالیٔ مزدور کی قدریں نہیں بدلیں — ابھی روشن چراغِ خانۂ دہقاں نہیں ہوتا

تخیل کیوں وہ شعریت مرتب کر نہیں سکتا — یہ آنسو کیوں حریفِ گوہرِ غلطاں نہیں ہوتا

خدا پر رکھ نظر منت نہ کر تو چارہ سازوں کی — کہ ان کے پاس درمانِ غمِ پنہاں نہیں ہوتا

حقیقی مستقر میرا اگر ہے شاخِ سدرہ پر
رئیسِ عرش رہنِ عالمِ امکاں نہیں ہوتا

اعترافِ ذنوب

اگر نگاہِ محبت سے دل نہ ہو منسوب
تو تیرے جہد و طلب بھی اسے نہیں مطلوب

ترے جمال کی پیہم رہی تلاش مجھے
ترے جلال سے ہرگز نہ ہو سکا مرعوب

یہ اجتنابِ مسلسل یہ بے رخی تیری
یہی ادائے محبت مجھے رہی محبوب

ہنوز رشتۂ الفت کی کھل سکی نہ گرہ
ہنوز تیرے تلطف کے منتظر ہیں قلوب

ترے ستم نے تری یاد تازہ تر کر دی
ترے کرم نے کرایا ہے اعترافِ ذنوب

خیالِ صبحِ تمنا سے تجھ کو کیا حاصل
ترے عروج کا سورج تو ہو چکا ہے غروب

نہیں تخیلِ شاعر یہ واقعہ ہے دوست
کہ خالی دردِ محبت سے ہو چکے ہیں قلوب

ترے حضور میں افسوس میں پہنچ نہ سکا
ترے حضور میں نالے ہی بن گئے مندوب

ترا قلم تو مسلمان ہو چکا ہے محشرؔ
ہوں کاش تیرے عمل بھی نگاہِ دوست میں خوب

خطِ تقدیر

گوش بر آواز ہوں مجھ کو پکارو تو سہی
پھر چمن میں لالہ و گل کو نکھارو تو سہی

میں ستارے توڑ کر قدموں پہ کر دوں گا نثار
تم زمیں پر عرش کے جلوے اتارو تو سہی

پھر خطِ تقدیر چمکے گا مثالِ کہکشاں
شاہدِ تدبیر کے گیسو سنوارو تو سہی

اک مصوّر کا تصوّر ایک شاعر کا خیال
نقش کچھ دردِ محبت کے ابھارو تو سہی

سیرت و کردار بھی آخر عیاں ہو جائیں گے
تم نقابِ سیمگوں رُخ سے اتارو تو سہی

حُریّت کی مے کسی دن رنگ لائے گی ضرور
اس پری کو دل کے شیشے میں اتارو تو سہی

جیت لوگے شہرتِ جاوید کی بازی مگر
امتحاناً زندگی کے کھیل ہارو تو سہی

ساقی

بے نیازِ حواس ہوں ساقی
آج کل کچھ اُداس ہوں ساقی

فکر جس کا حریفِ انجم ہو
میں وہ سدرہ شناس ہوں ساقی

بجلیوں کو خبر نہ ہو جلتے
طور کے آس پاس ہوں ساقی

آ رہا ہے بہار کا موسم
میں ستارہ شناس ہوں ساقی

کوئی تازہ غزل ہی چھیڑ کہ میں
مطلع رنج و یاس ہوں ساقی

جب کہ زندہ ہے اجتہاد مرا
کیوں رہینِ قیاس ہوں ساقی

ایک لطف و کرم کا جام کہ میں
سر بسر التماس ہوں ساقی

ذوقِ فانی

مرے سازِ غم سے نکلی ہے نوائے کامرانی
کہ نہ ہو سکے نمایاں مری سوزشِ نہانی

میں فدائے حسنِ قدرت تو اسیرِ ذوقِ فانی
میں شہیدِ نقشِ اوّل تو قتیلِ نقشِ ثانی

نہ مجھے گلہ ستم کا نہ خیال ہے کرم کا
"تری یہ بھی مہربانی تری وہ بھی مہربانی"

نہ جفا تری مکمل نہ وفا مری مکمل
مجھے تجھ سے ہے شکایت تجھے مجھ سی بدگمانی

ترا فیصلہ ہے ناطق کہ میں رُو بزوال ہوں تیرا
مری زندگی ہے لیکن غمِ دل کی ترجمانی

نہ وہ طور کے ہیں جلوے نہ کلیمؑ کا تقاضا
نہ وہ ذوقِ ربِّ ارنی نہ صدائے لن ترانی

مری ابتدا ہے دُنیا مری انتہا ہے عقبےٰ
تجھے کس نے کہہ دیا ہے کہ جہاں ہے دارِ فانی

مرے دل کی دھڑکنوں میں ہے کشاکشِ زمانہ
مرا شغل جذب و مستی مرا کام جاں فشانی

مرا اجتہاد ناقص مری شرحِ غم غلط ہے
ہے ہنوز نامکمل مرا سوزِ شعر خوانی

باغ و راغ

راہِ سکون و صبر و رضا ڈھونڈتے رہے
ہم کارواں میں اہلِ وفا ڈھونڈتے رہے

سینے کو میرے زخمِ محبت کی ہے تلاش
تم تیرِ بے خطا کی خطا ڈھونڈتے رہے

ہم خوگرِ جفا ہیں ازل سے اے ناخدا
"ساحل ملا تو موجِ بلا ڈھونڈتے رہے"

حسنِ طلب کا ذوقِ پذیرائی دیکھئے
ہم تیرے در پہ لطفِ خدا ڈھونڈتے رہے

دل کو رہی ہے نغمۂ زہرہ کی جستجو
وہ سازِ بے نوا کی نوا ڈھونڈتے رہے

آخر ہوئے وہ سرحدِ لولاک کے امیر
ہر حال میں جو تیری رضا ڈھونڈتے رہے

اس کا مکاں تو تارِ رگِ جاں کے ہے قریب
تم کیوں حرم میں جا کے خدا ڈھونڈتے رہے

آسودگی ملی نہ ہمیں باغ و راغ میں
منزل ملی تو راہنما ڈھونڈتے رہے

شمعیں بجھا کے محفلِ افرنگ کی تمام
بامِ حرم پہ جا کے دیا ڈھونڈتے رہے

خطرۂ افتاد

خوگرِ لطف نہیں شاکیٔ بیداد نہیں
میں نے فریاد کبھی کی ہو مجھے یاد نہیں

دل میں ہے شوقِ گراں باریٔ زنجیر ابھی
لیکن اب دام و سلاسل نہیں صیاد نہیں

یہ بھی تسلیم تغیّر ہے ستاروں کا اصول
بزمِ انجم میں مجھے خطرۂ افتاد نہیں

رہنما راہِ طلب میں مرا اب کون بنے
جنبشِ پرِ پرویز نہیں تیشۂ فرہاد نہیں

زندہ ہیں ذہن میں سب تیری محبت کے نقوش
تو عجب چیز سہی حاصلِ ایجاد نہیں

تو رہا جلوۂ محبوب کا مرہونِ کرم
میں مگر دوست کے احسان سے برباد نہیں

یہ تری طرزِ تغافل یہ ترا حسنِ وفا
میں سمجھتا ہوں کہ محنت مری برباد نہیں

دور ہے منزلِ عرفانِ الٰہی اے دوست
تو خدا جو ہے ترے دل کو خدا یاد نہیں

محوِ تسبیح مگر تو ہے مساجد میں ہنوز
زندگی خود ہی عبادت ہے تجھے یاد نہیں

زنّار پوش

ہے ابھی جینے کی دل کو آرزو
ہوں اسیرِ سوز و ساز و رنگ و بُو

ذرّے ذرّے سے عیاں جلوے ترے
پتّے پتّے ہیں نہال ذوقِ نمو

یہ ہے نالوں کی صدائے بازگشت
عشق ہے آوارۂ ہر کاخ و کو

کعبۂ مقصود ہے جلوہ ترا
میں اسیرِ یک جہت تو چار سُو

کاش نشتر سوزنِ تدبیر ہو
کاش دل کا چاک ہو جائے رفو

تیری آنکھوں میں رہا شب کا خمار
ہیں تہی مے سے مگر جام و سبو

سُست کیوں ہے اب تیری نبضِ حیات
تو نے گرمایا ہے فطرت کا لہو

میری کشتی بن گئی موجِ رواں
یم بہ یم طوفاں بہ طوفاں جُو بجُو

کارواں ہے تیرا آوارہ ہنوز
در بدر قریہ بہ قریہ کُو بہ کُو

کاش تجھ کو ہو حقیقت کی تلاش
کاش ہو مشکور سعی و جستجو

کاش پھر دل کو عبادت کا ہو ذوق
کاش تیری آنکھ ہو پھر باوضو

دل تو ہے تیرا مگر زنّار پوش
اور زباں پر ہے تری اللہ ھو

آتشیں لاوا

محبت آرزوؤں حسرتوں آہوں کا ہے آوا
محبت شعلہ زن ہوتی ہے بن کر آتشیں لاوا

محبت اک کہانی ہے شرار و برق و خرمن کی
محبت آتش و پنبہ کے افسانوں کا پہناوا

محبت میں فرشتوں کی دعائیں اور مناجاتیں
محبت قدسیوں کے واسطے پاکیزہ بہلاوا

محبت کا تسلسل یم بہ یم طوفاں بہ طوفاں ہے
محبت گلشنِ اُمید پر صرصر کا ہے دھاوا

محبت التفات و سوز کی یکسر دلآویزی
محبت اجتناب و کم نگاہی کا ہے چھپاوا

محبت زخم ہائے دل کی ہے اک چارہ فرمائی
محبت سوزشِ غم کا مداوا اور بہلاوا

محبت آرزو تیری محبت جستجو میری
محبت ہے ترا ملجا محبت ہے مرا ماوا

محبت زیست کا سرِ نہاں ہے
محبت کارسازِ دو جہاں ہے

محبت میں ہے عرفانِ الٰہی
محبت زادِ راہِ این و آں ہے

اوجِ ثریا

دل ہے ہلاکِ شوق و تمنّا اس کا مداوا کون کرے
درد کی آہیں ضبط کے آنسو آج مہیا کون کرے

سوزِ محبت کا ہمدم آغاز تو ہے انجام نہیں
آغازِ تمنّا ہو نہ سکا انجامِ تمنّا کون کرے

انگڑائی میں پوشیدہ تھا اوجِ ثریا اے ہمدم
آنکھوں نے تو دیکھا سب کچھ راز کو افشا کون کرے

قطرے میں اسرار ہیں پنہاں دریاؤں کے اپنے داماں
گلیوں میں ہے دشت نوردی عزمِ صحرا کون کرے

روک تو لیں سیلابِ تباہی طوفانوں میں شمعیں جلائیں
دُور تو ہوں پُر ہول اندھیرے ان کا تماشا کون کرے

زیست کا دعوےٰ حُسنِ تصوّر یاد ہے تیری ذکر ترا
تیرے بغیر اب تو ہی بتا دے زیست کا دعوےٰ کون کرے

سُن کہ سراپا گوش ہیں عالم تو بھی کوئی پیغام سُنا
عالمِ آب و خاک میں رہ کر ترکِ تمنّا کون کرے

تماشا کر محبت کے نظارے
عیاں نمناک مٹی سے شرارے

منوّر آرزو کی کہکشائیں
درخشاں ہیں تمنّا کے ستارے

جنبشِ سر

جو دوست کے در پر جھک نہ سکا اس جنبشِ سر کو کیا کہئے
جو ہو نہ نچھاور قدموں پر اُس پہلی نظر کو کیا کہئے

تم صبحِ محبت کے خوگر میں شامِ تمنّا کا عادی
جب پیار کی دشمن ہوں راتیں پھر نورِ سحر کو کیا کہئے

اسلاف کے کرداروں پہ یہ تنقید مبارک ہے لیکن
جب اہلِ نظر ہی غافل ہوں پھر نقد و نظر کو کیا کہئے

فانوسِ محبت روشن ہے سورج کی کرنیں چھائی ہیں
برہم ہے نظامِ شام و سحر اب شمس و قمر کو کیا کہئے

اغیار کی تلخی سہہ سہہ کر ہم خوگرِ رسمِ غیر ہوئے
جب سانسیں آگ نہ برسائیں تو سوزِ جگر کو کیا کہئے

اُٹھ جذب و یقین و مستی کو تو اپنے بروئے کار تو لا
جو پھونک نہ دے خاشاک کو پھر اس برق و شرر کو کیا کہئے

گو سوز سے لالہ فام رہے لیکن رہے پھر بھی خام ثمر
جب نشو و نما کی قلت ہو تو شاخ و شجر کو کیا کہئے

سکوتِ یاس آئینِ فغاں ہے
نشاطِ زندگی حسرت نشاں ہے
نہ ہو سوزِ یقیں پیدا تو اے دل
خس و خاشاک بھی کوہِ گراں ہے

اوّل و آخر

اوّل اوّل تھی جو صبحِ زندگانی کی نمود — آخر آخر بن رہی ہے خود ہی شامِ بے وجود
اوّل اوّل شوق تھا خود کارواں در کارواں — آخر آخر بن رہی ہیں منزلیں میرِ جنود
اوّل اوّل جذب و سرمستی بہار اندر بہار — آخر آخر حادثے خود بن گئے دل کی کشود
اوّل اوّل گریۂ بے تاب میں تھی بے حسی — آخر آخر دل اسیرِ نالہ ہائے بے حدود
اوّل اوّل تنگیٔ داماں پہ احساسِ خیال — آخر آخر گوشۂ داماں میں صحرا کی نمود
اوّل اوّل چشمِ پُرنم میں ستارے رقص کار — آخر آخر گردشوں میں آگیا چرخِ کبود

اوّل اوّل سامنے اک سرحدِ ادراک تھی
آخر آخر ہر نظر آسودہ و بے باک تھی

اوّل اوّل دردِ اُلفت دلنواز و دلستاں — آخر آخر زخمِ الفت بے نشاں و بیکراں
اوّل اوّل دل کے تاروں میں ہیں کچھ لرزشیں — آخر آخر دل کا نغمہ ہلکا ہلکا سوز خواں
اوّل اوّل ذرّہ ذرّہ بے متاع و کم سواد — آخر آخر بن گیا خود ذرّہ ذرّہ اک جہاں
اوّل اوّل خود کنارا بن رہی تھی موج موج — آخر آخر بحرِ اُلفت بے ثغور و بے کراں

اوّل اوّل عشق اک گنجینۂ اسرار تھا
آخر آخر عشق کا ہے شوشہ شوشہ رازداں

اوّل اوّل ہر نفس میں تھا اشارا موت کا
آخر آخر ہر نفس کا لمحہ لمحہ جاوداں

اوّل اوّل آشیاں پر بجلیاں گرتی رہیں
آخر آخر بجلیوں پر رقص فرما آشیاں

اوّل اوّل ہر قدم پر تھی مگر منزل مری
آخر آخر ہو گئی ہر جستجو کامل مری

محبت کے صدمے

پریشانِ ساحل نظارا نظارا
تلاطم بداماں کنارا کنارا

حبابوں کے جھرمٹ شکستہ سفینے
یہ طوفان بنتے رہیں گے سہارا

کوئی لاکھ موجوں سے کر لے کنارا

کشادہ کشادہ محبت کی راہیں
فسانہ فسانہ ہیں ان کی نگاہیں

زبانی زبانی تسلّی ہے لیکن
خیالوں میں وسعت وہ چاہیں نہ چاہیں

نہیں ترکِ شوق و تمنّا گوارا

تپیدہ تپیدہ محبت کی سانسیں　　خلش میٹھی میٹھی مصائب کی پھانسیں
حوادث کے چکر تمنّا کے پھندے　　کسی کو نہ چھوڑیں کسی کو نہ پھانسیں
کوئی فیض گستر کوئی جلوہ آرا

مسرت کی کلیاں شگفتہ شگفتہ　　مگر رازِ اُلفت نہفتہ نہفتہ
پریشاں پریشاں بہاروں کے جلوے　　امنگوں کی دُنیا میں تقدیر خفتہ
کہ قلب و جگر ہو گئے پارا پارا

محبت کی راتیں سہانی سہانی　　فسانے وفا کے زبانی زبانی
کناتے ہیں مبہم اشارے مفصل　　رہا زخمِ اُلفت نہانی نہانی
کسی کی نگاہوں نے جب تیر مارا

محبت کے چہرے فسردہ فسردہ　　محبت کے دل ہیں فسردہ فسردہ
محبت کے نالے ہیں دلدوز نالے　　محبت کے ارمان ہیں مردہ مردہ
محبت کی مٹی دہکتا شرارا

محبت مسلسل اُداسی اُداسی　　محبت کی رنگت کپاسی کپاسی
محبت کے دریے تحیر تصوّر　　محبت کی معراج ہے خود شناسی

محبت کی ضوا اک دمکتا ستارا

محبت کی باتیں رسیلی رسیلی
محبت کی آہیں سُریلی سُریلی
مگر یہ طلسمِ مشیّت ہے شاید
محبت کی سوزش ہے نُورِ خلیلی

ازل سے یہی تجربہ ہے ہمارا

محبت کی پلکوں میں ناوک تراشی
زہے ناخنِ غم کی سینہ خراشی
نہ ترکِ تمنّا نہ ترکِ محبت
کلیجے کے زخموں پہ ہو زہر پاشی

نہ ان کو گوارا نہ ہم کو گوارا

محبت کا آغاز ہے دل نوازی
محبت کا انجام ہے بے نیازی
محبت میں اُڑتے ہیں ٹکڑے جگر کے
محبت کی توہین ہے چارہ سازی

محبت کے صدمے گوارا گوارا

دل بن گیا

یہ اُن دنوں کی بات ہے
جب آئینہ ٹوٹا نہ تھا

پتھر سے موجودات کا — چشمہ ابھی پھوٹا نہ تھا
مابین حُسن و عشق کے — جب محفل آرائی نہ تھی
دل میں نہ سوزِ عشق تھا — پھروں پہ رعنائی نہ تھی
تاروں میں لرزش تھی نہاں — اور سازِ دل خاموش تھا
لپٹا ہوا نورِ ازل — آغوش در آغوش تھا
پھر یک بہ یک اس ساز میں — لرزش نئی پیدا ہوئی
یعنی نوائے حُسن پر — تقدیر خود شیدا ہوئی
آوازِ کُن کے نُور سے — پیدا جہاں ہونے لگے
پھر حُسنِ معنی سے نئے — جلوے عیاں ہونے لگے
انساں کی پیشانی پہ پھر — تقدیر کی شکنیں پڑیں
تکمیلِ دل کے واسطے — ناکامیاں پیدا ہوئیں
لیکن گلہ تخلیق کا — آ کر لبوں تک رہ گیا
وہ مدعا در مدعا — اور یہ زباں بندی مری
اور اس طرح آدمؑ صفی — اک صاحب دل بن گیا
انسانِ کامل بن گیا

کل تھیں محیطِ آسماں چاروں طرف تاریکیاں
ڈوبا تھا بحرِ یاس میں اُمید کا قلبِ حزیں
طوفاں میں بیڑے تھے کہیں پیہم تھپیڑے تھے کہیں
کشتی مسافر ناخُدا موجوں نے گھیرے جابجا
لہریں چٹانیں بن گئیں خونی کمانیں بن گئیں
پُرہول سیلِ بے پناہ خونی نہنگوں کی سپاہ
سیلاب تھے منجدھار تھے چپو نہ لنگر دار تھے
طوفاں کی چیرہ دستیاں اور بادباں کی دھجیاں
سیلِ ہوا کے دوش پر کچھ اُڑ گئیں کچھ کھو گئیں
اس وقت لطفِ ذوالمنن آیا کمالِ جوش پر
لہروں کے ریلے پر تھی جو اس کشتیٔ اُمید کو
طوفاں سہارا دے گئے ٹوٹے سفینے کے لیئے

گرداب ساحل بن گیا

برق و نشیمن کی مگر ہے مختصر سی داستاں
شاخِ نشیمن پر مری وہ قہرمانی بجلیاں

شام و سحر گرتی رہیں اور بوستاں میں جا بجا
پیہم دھواں اُٹھتا رہا یوں آشیانِ شوق سے
تنکے جھلستے ہی رہے انجام سوز و ساز کا
یوں رونما آخر ہوا شاخِ نشیمن کے تلے
کچھ پر شکستہ رہ گئے پھر ہوتے ہوتے رہ گئی
تکمیل سوزِ عشق کی اس پر ہوا یہ بارہا
خرمن مری اُمید کا آغوشِ رعد و برق میں
گلشن کا حاصل بن گیا

کل شام محفل میں تری تھی جنگ حسن و عشق کی
تھی شمعِ سوزاں اک طرف سوزِ جگر تھامے ہوئے
پہلو بہ پہلو تھا وہاں پروانۂ آتش بجاں
وہ خوگرِ مہر و وفا دل میں محبت کی ضیا
آنکھوں میں پھرتا ہے مری چو گرد اس کا گھومنا
شمعِ فروزاں کو کبھی وارفتگی میں چومنا
یہ کشمکش جاری رہی بس ایک لمحے کے لئے

آخر وہ پروانہ گرا　　بے جان ہو کر تاش پر
اور شمع اس کی لاش پر　　آنسو بہا کر رہ گئی
یہ جھلّا کر کہہ گئی　　خود جل کے پروانہ مرا
ہے شمع محفل بن گیا
سوئے وطن اے ہموطن　　اک جا رہا تھا کارواں
لیکن مری تقدیر میں　　مرقوم تھیں ناکامیاں
"رفتم کہ خار از پا کشم　　محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و　　صد سالہ را ہم دور شد"
باقی غبارِ کارواں　　بس رہ گیا میرے لئے
بانگِ جرس بھی بالیقیں　　ناپید تھی نابود تھی
صحرا و مجنوں تھے مگر　　لیلیٰ کہاں موجود تھی
گمراہ تھے سب رہنما　　مجبور تھے مشکل کشا
سازِ نوائے غیب سے　　اس وقت آئی یہ ندا
مایوس ہونا جرم ہے　　اور اس طرح میرے لئے
اس زندگی میں سر بسر　　اے ہم سفر رختِ سفر

سامانِ منزل بن گیا

وقتِ سحر میں خستہ تن — نکلا پئے سیرِ چمن
کُنجوں میں دیکھیں بے گماں — خود رَو گلوں کی ڈالیاں
موجِ شمیم جانفزا — ہر سو معطر تھی فضا
غنچے چٹکتے تھے کہیں — سبزے لہکتے تھے کہیں
کیا دیکھتا ہوں یک بیک — اک سر بریدہ شاخ پر
باقی ہیں کانٹوں کے نشاں — لیکن ہیں فرشِ خاک پر
کچھ پتیاں بکھری ہوئیں — اُن پتیوں کو ہم نشیں
کس چیز سے تشبیہ دوں — کیا تیتری کے پَر کہوں
پھر دیکھتے ہی دیکھتے — نمناک مٹی میں اُدھر
شبنم کا پانی مل گیا — چھینٹے اُڑے کچھ خون کے
کچھ درد کے اجزا ملے — گُل کی ابھر آئیں رگیں

اس کشمکش میں اے ثمرؔ
ٹوٹا ہوا دل بن گیا

حکیم الاُمّت علّامہ اقبالؒ کے غیر مطبوعہ کلام کا مجموعہ

باقیاتِ اقبال

علامہ اقبالؒ کے ایسے نایاب اور بلند پایہ اشعار جو اُن کے مطبوعہ کلام میں نہیں —— اِن کے مُطالعہ سے انسانی فکر و نظر کی بصیرتوں میں پُروقار اضافہ ہوتا ہے۔

یہ کتاب

اقبال کے اُن روایاتی تخئیلات کی مظہر ہے جن کی جھلکیاں آپ اقبال کی دیگر مطبوعات میں دیکھ چُکے ہیں۔

قیمت مجلد تین روپے آٹھ آنے

(علاوہ محصول ڈاک)

مکتبۂ نوائے وقت دی مال لاہور